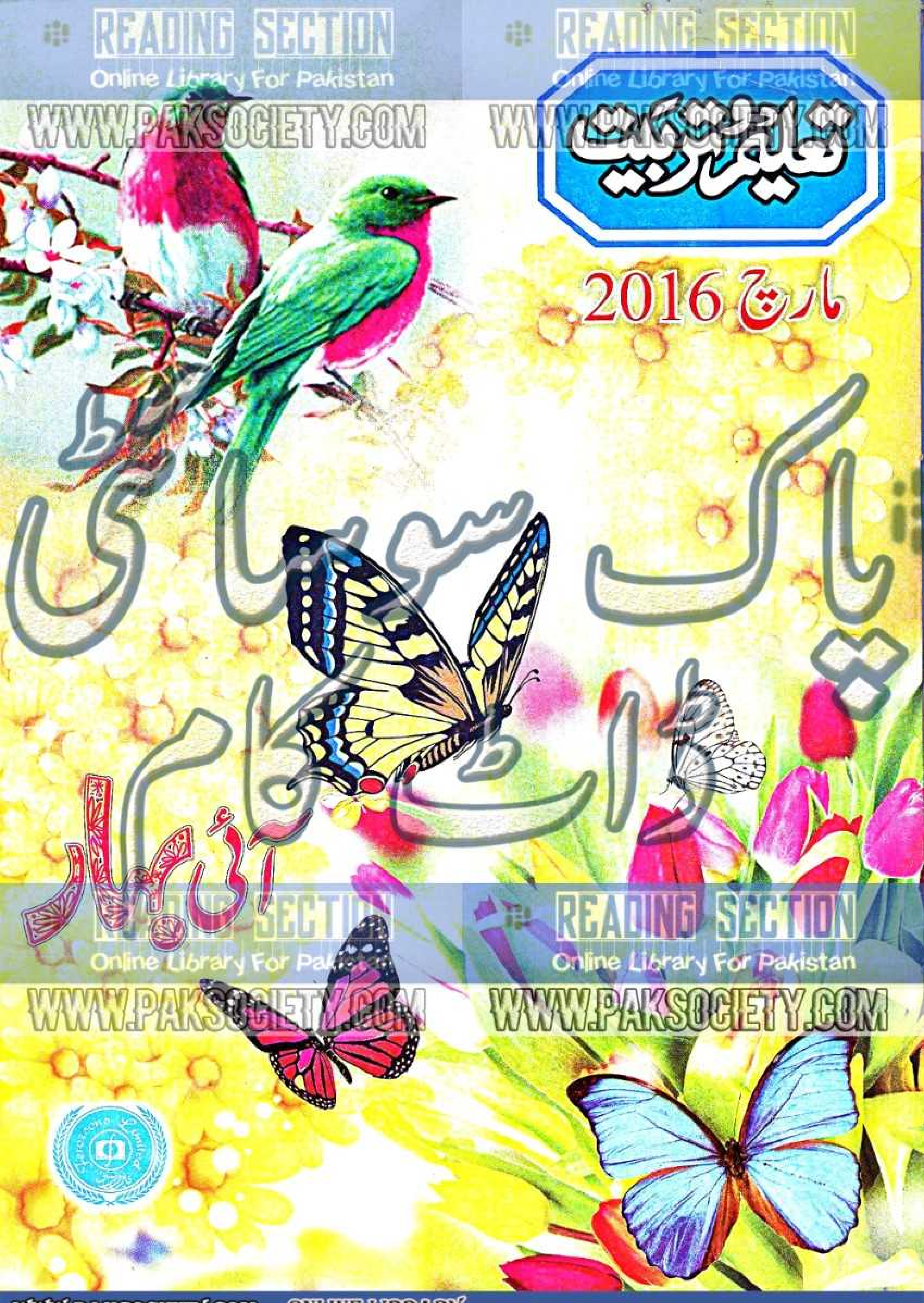

READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

75واں سال گیارہواں شمارہ
رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
پاکستان میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا
بچوں کا عجیب رسالہ

تعلیم و تربیت

مارچ 2016ء

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	1
حمد و نعت	ریاض حسین قمر	2
درس قرآن و حدیث	محمد طیب الیاس	3
ایک تاریخ ساز دن	صداقت حسین ساجد	4
وعدہ خلافی	محمد حمزہ انصاری	8
کھوج لگائیے	ننھے کھوجی	10
پیارے اللہ کے.....	راشد علی نواب شاہی	11
آئینہ	عبدالمعید قریشی	13
دادودی علمی آزمائش	ذہین قارئین	15
آیئے مسکرایئے	باذوق قارئین	16
حضرت نوح علیہ السلام کو پہچان		17
اوچھل خاکے		18
دوست کی قدر	وقاص اسلم	19
کھیل دس منٹ کا		21
انعام	علی اکمل تصور	22
میری زندگی کے مقاصد	پرعزم قارئین	25
مختصر مختصر	ننھے لکھاری	26
محاورہ کہانی	زبیدہ سلطانہ	28
بچوں کا انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر طارق ریاض	29
بوجھو تو جانیں		31
ذائقہ کارنر		32
موز.....	شیخ عبدالحمید عابد	33
میری بیاض سے	پسندیدہ اشعار	35
آئی بہار (نظم)	رفیق احمد خاں	36
کسان کی خواہش	سید انیس احمد	37
حسن گروپ کی توبہ	ریحان خورشید	40
چاندنی رات میں سانپ	اے حمید	43
آپ بھی لکھیے	ننھے ادیب	47
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	غلام حسین میمن	51
کتاب کا عالمی دن	رانا محمد شاہد	53
ایڈیٹر کی ڈاک		55
شبنم کی پری	احمد عدنان طارق	57
موچی بن گیا کھوجی	سعید لخت	60
بلاعنوان		64

اور بہت سے دل چسپ تراشے اور سلسلے

سرورق: "موسم بہار"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

پیارے بچو! افریقہ کے کسی جنگل میں ایک بوڑھا شیر شکار کے لیے کسی ہرن کے پیچھے بھاگا۔ ہرن نے اپنی طرف آتے ہوئے شیر کو دیکھا تو وہ سرپٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ شیر ہرن کے پیچھے تھا اور ہرن شیر کے آگے آگے تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ کے دوران ہرن نے کلانچ بھری اور شیر کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شیر اپنی اس ناکامی پر شرمندہ اور مایوس ہوا اور آہستہ آہستہ واپس اپنے کچھار کی طرف چل پڑا۔ ایک نوجوان شیر بڑے پتھر پر کھڑا ہو کر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ جب بوڑھا شیر اس نوجوان شیر کے قریب پہنچا تو نوجوان شیر نے طنزیہ قہقہہ لگایا اور بوڑھے شیر کو مخاطب کر کے بولا: "چچا حضور! اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں، آپ یہ بھاگ دوڑ بند کر دیں اور کسی کونے کھدرے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کریں۔" بوڑھے شیر نے شکست خوردہ اور مایوس نظروں سے اس کی طرف دیکھا، جھرجھری لے کر اپنے لمبے بال جھٹکے اور شائستگی سے بولا: "یہ دو جانوروں کے درمیان مقابلہ نہیں تھا، یہ ہرن کی فتح اور میری شکست بھی نہیں تھی۔ یہ دراصل دو مقاصد کے درمیان مقابلہ تھا۔ میں بھوک مٹانے کے لیے ہرن کے پیچھے بھاگ رہا تھا، جب کہ ہرن اپنی جان بچانے کے لیے دوڑ رہا تھا۔ ہرن کا مقصد میرے مقصد سے بڑا تھا، لہٰذا وہ جیت گیا اور میں ہار گیا۔" اس کہانی سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ زندگی میں صرف وہ لوگ کام یاب ہوتے ہیں جن کے مقصد دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور بڑے ہوتے ہیں۔ کام یابی اور ناکامی کیا ہے، انسان آج تک اس کا کوئی حتمی جواب تلاش نہیں کر سکا کیوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ کام یابی اور ناکامی کے معیار بدل جاتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب تک کوئی انسان اپنا مقصد طے نہیں کرتا وہ کام یابی کی لذت سے محروم رہتا ہے۔

23 مارچ 1940ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک وسیع و مضبوط مقصد کے ساتھ میدانِ عمل میں اترے۔ انہوں نے 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں اقبال پارک میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جس میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا تھا اور ایک قرارداد منظور ہوئی تھی جسے "قراردادِ پاکستان" کہتے ہیں۔ 23 مارچ کا دن ہماری تاریخ کا اہم باب ہے۔ برصغیر کے کروڑوں مسلمان جو انگریزوں اور ہندوؤں کی مکاری اور سازش کی وجہ سے پسماندہ اور غلامانہ زندگی گزار رہے تھے، قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں آزادی کی جدوجہد میں شریک ہوئے۔ اس قرارداد کے منظور ہونے کے سات سال اور پانچ ماہ کے قلیل عرصے میں مسلمانوں نے قائداعظمؒ اور ان جیسے دوسرے عظیم مسلمان راہ نماؤں کی کوششوں اور قربانیوں کے بدلے میں عظیم اسلامی ملک پاکستان حاصل کر لیا۔ یہ دن ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم وطنِ عزیز کی ترقی اور سالمیت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہیں۔

اس مہینے بہار کی آمد آمد ہے۔ یہ مہینہ بہار کا پیامی بھی ہے۔ اس مہینے سردی سے ٹھٹھرے ہوئے پودے اور درخت دوبارہ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ زمین، باغات، پارک سبزے اور خوش رنگ پھولوں سے بھر جاتے ہیں۔

مارچ میں آپ کے سالانہ امتحان ہوں گے۔ ہمیں اپنے نتائج سے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ ہم آپ کی کام یابیوں کے لیے دعا گو ہیں۔

اب آپ اس ماہ کا رسالہ پڑھیے اور اپنی آرا و تجویز سے آگاہ کیجیے۔ فی امان اللہ! (ایڈیٹر)

ایڈیٹر، پبلشر: ظہیر سلام
اسسٹنٹ ایڈیٹر: عابدہ اصغر
سرکولیشن اسسٹنٹ: محمد بشیر راہی

سالانہ خریدار بننے کے لیے سال بھر کے شماروں کی قیمت پیشگی بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں سرکولیشن منیجر: ماہنامہ "تعلیم و تربیت" 32۔ ایمپرس روڈ، لاہور کے پتے پر ارسال فرمائیں۔
فون: 36361310-36361309 فیکس: 36278816

پرنٹر: ظہیر سلام
مطبوعہ: فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔
سرکولیشن اور اکاؤنٹس: 60 شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

خط و کتابت کا پتا
ماہنامہ تعلیم و تربیت 32۔ ایمپرس روڈ، لاہور۔
UAN: 042-111 62 62 62 Fax: 042-36278816
E-mail:tot.tarbiatfs@gmail.com
tot tarbiatfs@live com

پاکستان میں (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)= 1000 روپے۔
مشرق وسطیٰ (ہوائی ڈاک سے)= 2400 روپے۔
ایشیاء، افریقا، یورپ (ہوائی ڈاک سے)= 2400 روپے۔
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا، مشرق بعید (ہوائی ڈاک سے)= 2800 روپے۔

قیمت فی پرچہ: 35 روپے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حمد باری تعالیٰ

ہے اطمینانِ قلب کا سامان تیری ذات
ہر دردِ لا دوا کا ہے درمان تیری ذات
تو آسرا ہے بے کس و بے چارگان کا
لاریب ہے رحیم اور رحمٰن تیری ذات
میں تیرے ہی حضور جھکا ہوں تمام عمر
میرا یقین ہے مرا ایمان تیری ذات
ہے ذات تیری ماورئ عقلِ سلیم سے
اب تک سمجھ سکا نہ یہ انسان تیری ذات
سب جانتا ہے جو ہے دلوں میں چھپا ہوا
ہے بالیقین صاحبِ عرفان تیری ذات
تو خالقِ جہان ہے تو مالکِ جہان
کہتے ہیں سب ہے یکتا و ذی شان تیری ذات
تیرے درِ عظیم پہ سجدے کرے قمر
پورے کرے گی دل کے یہ ارمان تیری ذات

......☆......

نعت رسولِ مقبول ﷺ

بہت دل رُبا ہیں مدینے کی گلیاں
بڑی جاں فزا ہیں مدینے کی گلیاں
جہاں ثبت ہیں نقشِ پائے محمدؐ
وہ جنت نما ہیں مدینے کی گلیاں
جہاں رب کی رحمت برستی ہے ہر دم
بڑی خوش نما ہیں مدینے کی گلیاں
مریضانِ رنج و الم کا ہیں چارہ
غموں کی دوا ہیں مدینے کی گلیاں
ہے ان میں رچی جسمِ احمدؐ کی خوشبو
عطائے خدا ہیں مدینے کی گلیاں
قمر اس پہ ایمان ہے اپنا پختہ
شفا ہی شفا ہیں مدینے کی گلیاں

(ریاض حسین قمر)

......☆......

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف رکھتے تھے۔ اسی دوران اوپر سے ایک آواز سنی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوپر کو سر اٹھایا اور بتایا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازہ سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ فرشتہ زمین پر اُترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اُترا۔ اس فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آپ خوش خبری قبول فرمائیں، ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں:

(1) فاتحہ الکتاب (یعنی سورۂ الحمد شریف)

(2) سورۂ بقرہ کی آخری آیات

(اللہ کریم کا یہ وعدہ ہے کہ) ان میں سے جو بھی کوئی حصہ آپ تلاوت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو سوال کے مطابق عطا فرمائے گا۔ (مسلم شریف، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحہ:806)

پیارے بچو! اس حدیث شریف سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ایک خاص شان سے نازل ہوئیں، آسمان کے اس دروازے سے جو ان کے نزول کے لیے کھولا گیا تھا اور اس سے پہلے نہ کھلا تھا۔

(2) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کا نزول پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا، تو یہ خاص ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی وساطت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو ملی ہیں۔

(3) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کو سراپا نور کہا گیا ہے کیوں کہ جو ان کی تلاوت کرتا ہے یا ان کے ذریعے سے دعا مانگتا ہے یہ ان کو روزِ قیامت نور (روشنی) فراہم کریں گی اور جو ان کے معنی ومفہوم میں غور وفکر کرتا ہے، وہ صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی پاتا ہے۔ (مرقاۃ، کتاب فضائل القرآن)

(4) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی قبولیت کا وعدہ ہے۔ سورۂ فاتحہ...... قرآن کریم کی پہلی سورت ہے اور ہم نماز کی ہر رکعت میں یہ سورت پڑھتے ہیں اور عموماً سب کو یاد بھی ہوتی ہے۔ سورۂ فاتحہ کے مختلف ناموں میں سے ایک نام ''سورۂ سوال'' اور ''سورۂ مناجات'' بھی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے اور مناجات کا طریقہ سکھلایا گیا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہو، پھر اس کے حضور درخواست پیش کی جائے اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات سے مراد آخری دو آیتیں ہیں۔ ان میں بھی بہت ضروری دعائیں مذکور ہیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں اس خزانہ سے اُتاری گئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔ ان چار کے علاوہ اس میں سے کوئی چیز نہیں اُتاری گئی:

(1) ام الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ (2) آیۃ الکرسی (3) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (4) سورۂ کوثر۔ (طبرانی کبیر، باب الصاد:7920)

معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کو عرش کے نیچے خزانہ سے اُتارا گیا ہے۔ نیز سورۂ کوثر اور آیت الکرسی بھی اس فضیلت میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

پیارے بچو! جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں تو سورۂ فاتحہ اور ان آیات کو بھی پڑھا کیجیے کیوں کہ یہ اللہ کے ہاں مقبول ہیں اور ہاں، اگر رات سوتے وقت سورۂ بقرۃ کی یہ آیات پڑھ لیں گے تو مسلم شریف میں مذکور حدیث کے مطابق ہر قسم کے شر سے بھی حفاظت رہے گی۔ ان شاء اللہ! ☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

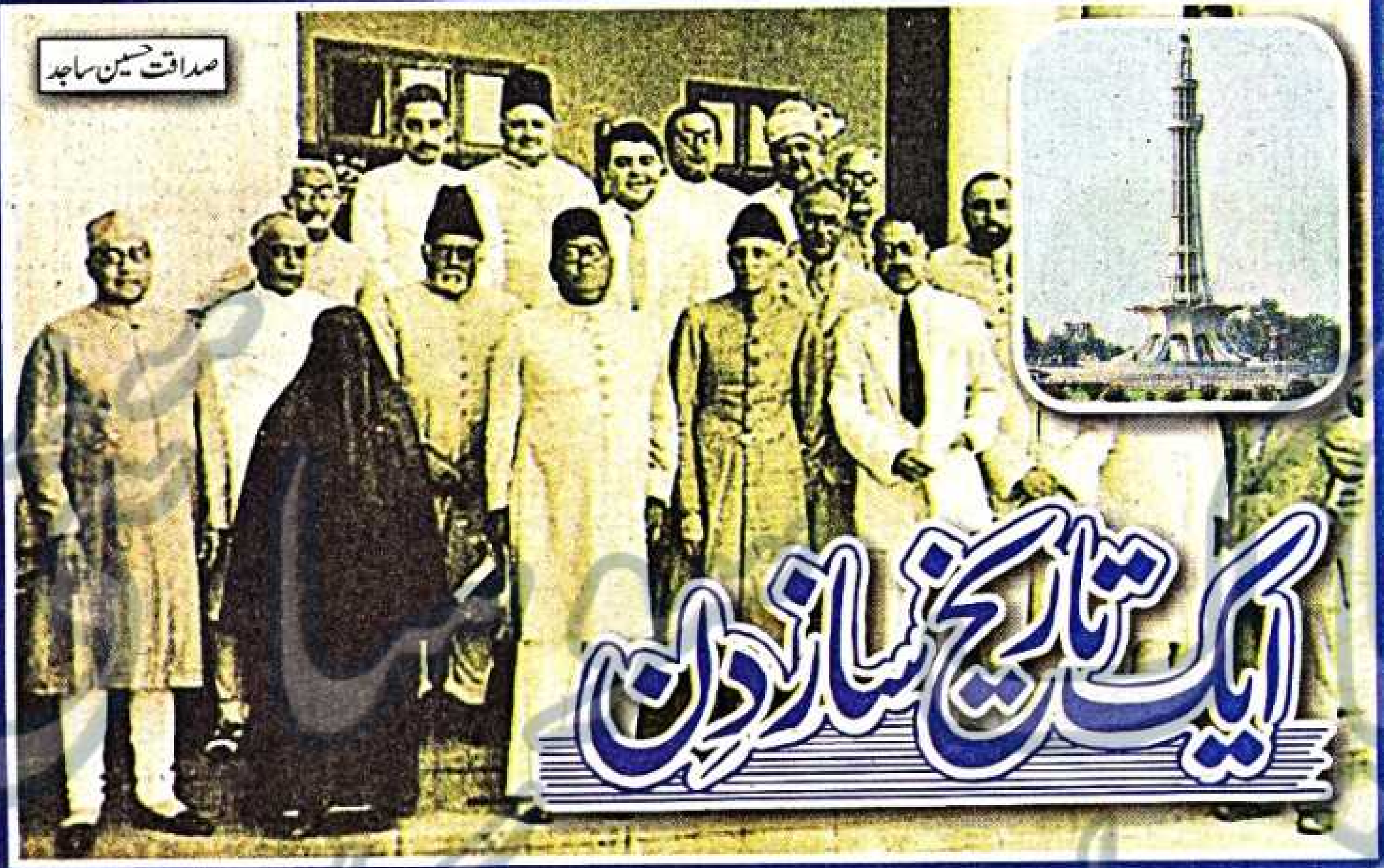

ایک تاریخ ساز دن

صداقت حسین ساجد

’’آج میں تمہیں کہانی نہیں سناؤں گا۔‘‘

’’وہ کیوں؟‘‘ سب بچے چلا اُٹھے، کیوں کہ بڑے ابا جان نے بات ہی ایسی کی تھی۔

’’میری مرضی ہے۔‘‘

’’ابا جان! یہ کیا بات ہوئی...... صاف صاف بتائیں کہ بات کیا ہے؟‘‘ منال نے پوچھا۔

’’بچو! آج میں تمہیں فرضی کہانی نہیں سناؤں گا......‘‘

شفقت نے ان کی بات کاٹ کر تیزی سے پوچھا۔

’’تو پھر کیا سنائیں گے؟‘‘

’’پہلے تو یہ بات یاد رکھو کہ کسی کی بات نہیں کاٹنی چاہیے...... اسے اپنی بات مکمل کرنے دیا کرو...... پھر جو سمجھ نہ آئے، وہ پوچھ لیا کرو۔‘‘

’’میں معذرت خواہ ہوں...... آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی۔‘‘ شفقت نے معذرت کی۔

’’کوئی بات نہیں...... ہاں، تو میں کیا کہہ رہا تھا؟‘‘

’’آپ کہہ رہے تھے کہ آج آپ فرضی کہانی نہیں سنائیں گے۔‘‘

حفصہ نے جلدی سے کہا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں ابا جان جو بھی کہانی سنانے لگے ہیں، کہیں ان کا ارادہ نہ بدل جائے۔

’’ہاں، ہاں! یاد آ گیا...... میں آج ایک سچی کہانی سناؤں گا، جو جدوجہد اور قربانیوں سے بھری پڑی ہے، لیکن......‘‘

اس بار ابا جان نے اپنی بات خود ہی ادھوری چھوڑی تھی، اس لیے سارے بچے بول اُٹھے۔

’’لیکن کیا؟‘‘

’’لیکن یہ کہ پہلے تو یہ بتاؤ کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟‘‘

’’یہ مارچ کا مہینہ ہے اور مجھے پتا ہے کہ آپ کا اگلا سوال کیا ہو گا؟‘‘ طلحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’کیا ہو گا؟‘‘

’’یہی کہ آج کیا تاریخ ہے، تو میں بتائے دیتے ہوں کہ آج 23 تاریخ ہے۔‘‘

’’شاباش! بیٹا! تم نے بالکل ٹھیک کہا کیوں کہ میں اگلا سوال یہی کرنے والا تھا...... اچھا! یہ بتاؤ کہ آج کے دن کی ہماری قومی تاریخ میں کیا اہمیت ہے؟‘‘

’’یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے...... 23 مارچ کو ’یوم پاکستان‘ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیوں کہ اس دن 1940ء میں لاہور میں اس وقت کے منٹو پارک اور آج کل کے اقبال پارک میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں برصغیر کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کا مطالبہ کیا گیا تھا اور ایک قرار داد منظور ہوئی تھی...... اس قرار داد کو 'قرار دادِ پاکستان' کہتے ہیں۔'' کلثوم نے اتنا کہہ کر سب کی طرف توصیفی نظروں سے دیکھا۔

''ماشاء اللہ! شاباش! آج میں اسی 23 مارچ کی کہانی سنانے لگا ہوں...... کیا تم لوگ یہ کہانی سننا چاہتے ہو؟''

ہاں، ہاں!'' سب نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

''پیارے بچو! برصغیر کے کروڑوں مسلمان جو انگریزوں اور ہندوؤں کی مکاری اور سازش کی وجہ سے پسماندہ اور غلامانہ زندگی گزار رہے تھے...... ایک عرصے کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں آزادی کی جدوجہد میں شریک تھے...... آزادی کی یہ تحریک گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور اب وہ وقت قریب آ چکا تھا کہ جدوجہد اور قربانیوں کے بدلے سے مسلمان انگریزوں سے آزادی حاصل کر لیتے...... علامہ محمد اقبالؒ نے ایک آزاد ملک کا جو خواب دیکھا تھا...... اب پورا ہونے کو تھا...... یہ 22 مارچ 1940ء کا اُجلا اُجلا ایک دن تھا...... اس دن جمعتہ المبارک تھا...... اس دن لاکھوں مسلمان اپنے عظیم قائدؒ کی قیادت میں یہاں جمع تھے...... اسی جگہ جہاں آج مینارِ پاکستان عزت و وقار کے ساتھ اپنا سر اُٹھائے کھڑا ہے...... ایک شان دار شامیانے کے نیچے اُونچی اسٹیج بنائی گئی تھی...... دُور دُور تک سفید خیمے لگائے گئے تھے...... ان خیموں میں دُور دُور سے آئے ہوئے مسلمان راہ نما ٹھہرے ہوئے تھے...... مسلمانوں کی نمائندہ جماعت 'آل انڈیا مسلم لیگ' کا یہ 27 واں سالانہ اجلاس تھا...... یہ اجلاس تین دن جاری رہا تھا۔''

اتنا کہہ کر ابا جان سانس لینے کے لیے رُکے، تو عبداللہ بولا۔

''ابا جان! یہ اجلاس تین دن تک کیوں جاری رہا تھا؟''

''بتاتا ہوں...... وہ اس لیے کہ سب راہ نماؤں نے تقریریں کرنا تھیں اور اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کرنا تھا اور مسلمانوں کو بتانا تھا کہ ہم آئندہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں...... اس دن عجیب منظر تھا...... مسلمان جلوسوں اور ٹولیوں میں سبز پرچم لہراتے ہوئے صبح ہی سے جلسہ گاہ میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے...... انتظام نیشنل گارڈ کے ذمے تھا، جو اپنی مخصوص وردیوں میں بہت چاق و چوبند دکھائی دے رہے تھے اور اپنے فرائض کو بڑی ذمہ داری سے ادا کر رہے تھے...... وہ ہر آنے والے جلوس کی راہ نمائی کرتے اور اسٹیج کے پاس لے جا کر مقررہ جگہ پر بٹھا دیتے۔ یہاں پر 60 ہزار کے قریب لوگوں کے بیٹھنے کا بندوبست کیا گیا تھا، لیکن آج تو یوں لگتا تھا کہ جیسے قائداعظمؒ کی آواز پر حاضری دینے کے لیے پورا ہندوستان ہی اُمڈ آیا ہو...... جلسہ گاہ کے صدر دروازے پر سبز پرچم لہرا رہا تھا۔ باقی جگہوں پر سبز جھنڈیاں بہت خوب صورت سماں پیش کر رہی تھیں، جو آنکھوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا...... تیاریاں تو کئی دن پہلے سے ہو رہی تھیں، لیکن آج کا تو سماں ہی کچھ اور تھا...... لوگوں کا ایک سیلاب تھا، جو جلسہ گاہ کی طرف رواں دواں تھا...... لاہور ریلوے اسٹیشن سے جلسہ گاہ تک مسلمان راہ نماؤں کو لانے کا بہت زبردست انتظام کیا گیا تھا۔''

ابا جان کو خاموش ہوتے دیکھ کر ذوالقرنین بول اُٹھا۔

''جلسہ گاہ میں قائداعظمؒ کب آئے تھے؟''

''قائداعظمؒ تو 2 بج کر 50 منٹ پر اسٹیج پر آئے تھے...... وہ جوں ہی جلسہ گاہ میں تشریف لائے، تو ہر طرف سے 'قائداعظم...... زندہ باد' کے نعرے بلند ہونے لگے اور سارے مجمعے میں جوش و خروش بھر گیا۔''

''لیکن میں نے تو کہیں پڑھا تھا کہ قائداعظمؒ ایک دن پہلے ہی لاہور تشریف لا چکے تھے...... پھر وہ اتنی دیر سے کیوں جلسہ گاہ میں تشریف لائے؟'' کلثوم نے کہا۔

ابا جان اس کی بات سن کر مسکرائے اور بولے۔

''مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم تاریخ سے دل چسپی رکھتی ہو...... وہ واقعی ایک دن پہلے ہی تشریف لائے تھے...... اصل میں تین دن پہلے لاہور ہی میں آزادی کی جد و جہد میں شامل 'خاکسار تحریک' کے ایک پُرامن جلوس پر انگریز حکومت نے اندھا دھند فائرنگ کر کے خاکسار تحریک کے 30 مجاہدوں کو شہید کر دیا تھا...... اس خونی واقعے کی وجہ سے حالات بہت خراب ہو گئے تھے...... قائداعظمؒ ان حالات کو بہتر کرنے کے لیے ایک دن پہلے تشریف لے آئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی حالات کو سنبھال لیا۔ وہ اسپتال گئے اور زخمی ہونے والے کارکنوں کی عیادت کی اور انہیں ہر طرح سے تسلی دی۔ حکومت کا خیال تھا کہ مسلمانوں کا یہ تاریخ ساز اجتماع نہیں ہو گا، لیکن قائداعظمؒ کے آنے کی وجہ سے لوگوں میں جوش و خروش

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بڑھ گیا۔"

دادا جان کچھ دیر رُکے، تو ثنا بولی۔

"ابا جان! میاں احمد بشیر نے اپنی مشہور و معروف نظم 'ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناحؒ' بھی تو اسی جلسے میں پیش کی تھی ناں؟"

ہاں! اس نظم کو بہت سراہا گیا تھا...... اس دن اس میدان میں موجود ایک لاکھ سے زیادہ حاضر مسلمانوں نے بڑے پُر جوش طریقے سے قائد اعظمؒ کا استقبال کیا تھا...... اجلاس کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآنِ مجید سے ہوا تھا...... تحریک پاکستان کے ایک راہ نما جناب شاہ نواز خان ممدوٹ نے استقبالیہ خطبے میں قائد اعظمؒ اور دوسرے سرکردہ راہ نماؤں کا خیر مقدم کیا تھا اور تحریکِ آزادی کی اہمیت بیان کی۔"

ابا جان کو خاموش ہوتے دیکھ کر طلحہ بولا۔

"ابا جان! ایک بات بتائیں گے؟"

"ہاں، پوچھو۔"

"قائد اعظمؒ نے اس دن کس طرح کے کپڑے پہن رکھے تھے؟"

"کتنا عمدہ سوال کیا ہے؟ کیوں اس بار تم ایسے کپڑے لینے کا ارادہ رکھتے ہو؟" سب ہنستے ہوئے کہنے لگے۔

اصل میں طلحہ کو نت نئے کپڑے پہننے کا شوق تھا، اس لیے وہ اس کا مذاق اُڑانے لگے۔ ابا جان نے انہیں خاموش کرایا اور بولے۔

"اس دن انہوں نے سیاہ اچکن اور سفید شلوار قمیص پہن رکھی تھی...... استقبالیہ خطبے کے بعد وہ اسٹیج پر تشریف لائے، تو پوری فضا زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھی...... دو گھنٹے تک وہ تقریر کرتے رہے...... اپنی تقریر میں انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی حالتِ زار، ہندوؤں کے رویّے اور انگریز حکومت کی مکاری کے ساتھ ساتھ پورے عالمِ اسلام کے مسائل پر خوب روشنی ڈالی...... انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے بارے میں فرمایا۔

'ہندو اور مسلمان مختلف مذہبوں اور معاشرتی نظاموں سے تعلق رکھتے ہیں...... یہ آپس میں شادی بیاہ نہیں کر سکتے، نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھا سکتے ہیں...... ان کا نظریہ حیات مختلف، طرزِ حیات مختلف...... ایسی دو جداگانہ قوموں کو ایک ہی ریاست کے تحت زبردستی متحد کرنے سے جب کہ اکثریت اور اقلیت کا بھی کافی فرق ہے، لازماً بے اطمینانی پیدا ہوگی اور ہر وہ آئینی ڈھانچہ آخر کار تباہ ہو کر رہ جائے گا، جو ایسی ریاست کے لیے بنایا جائے گا۔'

سب مسلمانوں نے پُر جوش نعروں سے ان کے اس موقف کی حمایت کی۔"

اتنا کہہ کر ابا جان کچھ لمحوں کے لیے رُکے اور بولے:

"انہوں نے اپنی تقریر کے آخر میں مسلمانوں کی علیحدہ حیثیت اور ایک آزاد مملکت کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا:

'لفظ قوم کی تعریف کی رو سے مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور اس لحاظ سے ان کا اپنا علیحدہ وطن، اپنا علیحدہ علاقہ اور اپنی علیحدہ مملکت ہونی چاہیے...... ہم چاہتے ہیں کہ آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن اور ہم آہنگی کے ساتھ زندگی بسر کریں...... ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی دینی، روحانی، ثقافتی،

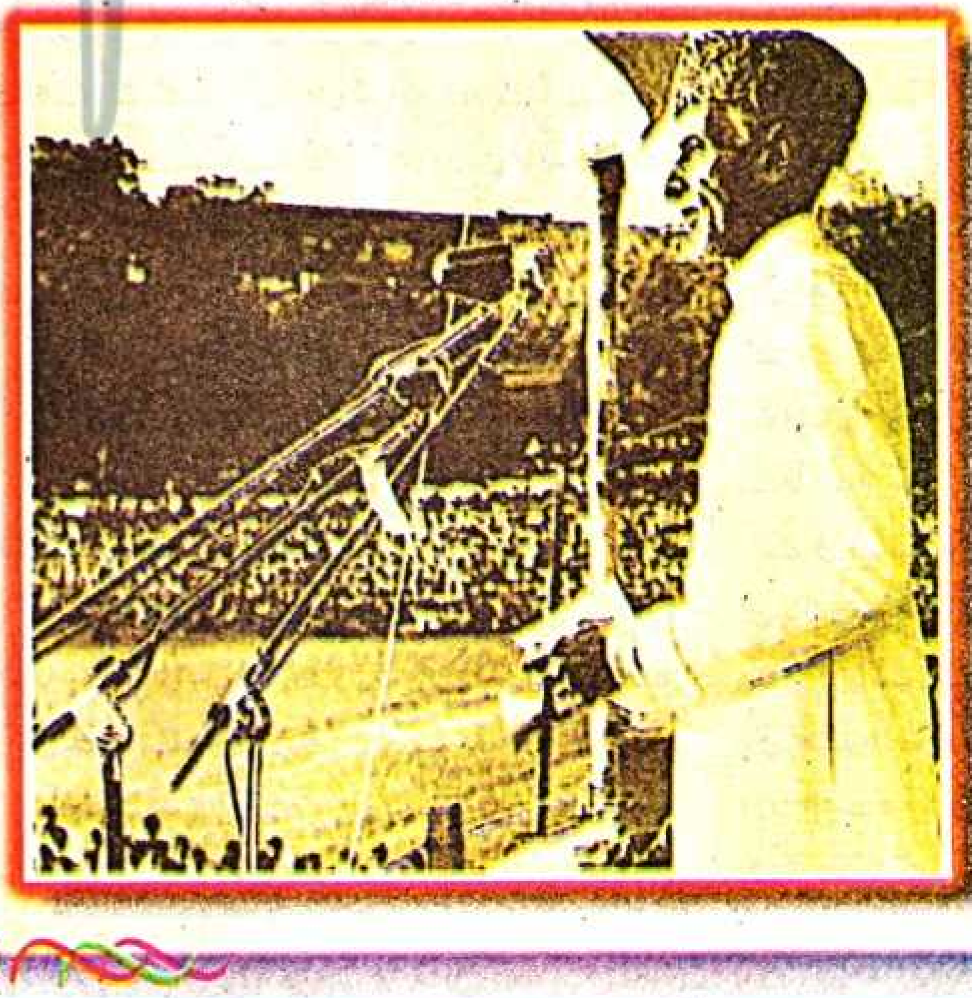

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اقتصادی اور معاشرتی و سیاسی زندگی کو اس طریق پر زیادہ سے زیادہ ترقی دیں، جو ہمارے نزدیک بہترین ہو اور جو ہمارے نصب العین سے ہم آہنگ اور قوم کے مزاج کے مطابق ہو۔'

قائداعظمؒ کی تقریر ختم ہوتے ہی اس دن کے اجلاس کی کارروائی ختم ہوگئی۔''

''پھر کیا ہوا...... ابا جان!'' منال نے پوچھا، تو ابا جان کہنے لگے۔

''اس رات کو تمام راہ نماؤں کی ایک خصوصی میٹنگ ہوئی جس میں بہت سے اہم فیصلے ہوئے ...... پھر وہ تاریخ ساز دن یعنی 23 مارچ کا دن آ ہی گیا...... اس دن صبح صبح بھی ان راہ نماؤں کی ایک اہم میٹنگ ہوئی ...... دوسری نشست ساڑھے دس بجے سے شروع ہو کر دو بجے دوپہر تک جاری رہی ...... اس میں کئی اہم فیصلے ہوئے ...... اس کے بعد ظہر کی نماز کے فوراً بعد تین بجے عام اجلاس ہوا جس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی ...... اجلاس کی کارروائی کا آغاز حسب معمول قرآنِ مجید کی تلاوت سے ہوا...... پھر نواب زادہ لیاقت علی خان نے سالانہ رپورٹ پیش کی...... ان کے بعد شیرِ بنگال مولوی فضل الحق نے قرار داد پیش کی...... انہوں نے کہا کہ ہندوستان کے مسلمان کسی ایسے منصوبے سے اتفاق نہیں کریں، جو ان کی حمایت اور منظوری کے بغیر بنایا گیا ہو۔''

''ابا جان! اس قرار داد میں کیا تھا؟'' عبد اللہ نے سوال کیا۔

''اس قرار داد کی رُو سے یہ طے پایا گیا کہ تمام مسلمانوں کی رائے کے عین مطابق اکثریتی مسلم علاقوں یعنی ہندوستان کے مشرقی اور شمال مغربی حصوں کی تشکیل آزاد اور خود مختار مملکت کی صورت میں قرار دیا جائے ...... ان علاقوں میں مسلمانوں کو آئینی طور پر مکمل اختیارات حاصل ہوں اور وہاں اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی آزادی کے ساتھ گزار سکیں۔''

''کیا سب مسلمان راہ نماؤں نے اس قرار داد کی حمایت کی تھی؟'' ذوالقرنین نے پوچھا۔

''ہاں! بعد میں بہت سے دوسرے راہ نماؤں نے اس قرارداد کے حق میں تقریریں کیں۔''

ابا جان جواب دے کر خاموش ہوئے تھے کہ حفصہ بول اُٹھی۔

''آپ ان راہ نماؤں کے نام بتائیے ناں!''

''ان میں بیگم مولانا محمد علی جوہر، اسمٰعیل چندری گر، مولانا حامد بدایونی، چوہدری خلیق الزماں، مولانا ظفر علی خان، قاضی محمد عیسٰی، سر عبد اللہ ہارون اور نواب اسمٰعیل خان زیادہ قابلِ ذکر ہیں...... اس کے بعد قائداعظمؒ نے تمام حاضرین سے رائے طلب کی، تو سب نے اس قرار داد کو منظور کر لیا...... یوں یہ قرار داد متفقہ اتفاق رائے سے منظور ہوگئی...... پہلے تو اسے قرار دادِ لاہور کا نام دیا گیا، لیکن ہندوؤں نے مسلم دشمنی میں آ کر مذاق اڑانے کے لیے قرار دادِ پاکستان کہنے لگے، تو قائدِاعظمؒ کے مشورے پر مسلمان بھی اسے قرار دادِ پاکستان ہی کہنے لگے۔''

شفقت نے کہا: ''اس قرار داد کے منظور ہونے کے سات سال کے قلیل عرصے میں مسلمانوں نے محمد بن قاسم، شیخ احمد سر ہندی، سر سید احمد خان، شاہ ولی اللہ، ٹیپو سلطان، جمال الدین افغانی، علامہ محمد اقبال، سید احمد شہید اور قائدِاعظمؒ جیسے عظیم مسلمان راہ نماؤں کی کوششوں اور قربانیوں کے بدلے میں حاصل کر لیا۔''

''ہاں بیٹا! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ ایک بات اور کہ یہ ملک اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والا پہلا ملک ہے، کیوں کہ 'پاکستان کا مطلب کیا ...... لا الہ الا اللہ' کے نعرے پر بنا تھا ...... بس! ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جس کے لیے یہ بنا تھا ...... کیا بچو! تم کوشش کرو گے......؟ ہمیں اس مقصد کو یاد کرنے اور سمجھنے کی آج زیادہ ضرورت ہے کہ ہمیں باہر کے تو دشمنوں سے ہر وقت خطرہ لاحق ہے ...... وہ ہمیں ہڑپ کرنے کے لیے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں، لیکن اس وقت ہمیں اپنوں سے بھی خطرہ ہے ...... یہ اپنے ہی تھے جنہوں نے تاریخ کے ہر موڑ پر مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ......آؤ! آج مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اس ملک کی ترقی اور حفاظت کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ وار دو گے......''

ابا جان کی آنکھیں آب دیدہ تھیں۔ سب بچوں نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور ایک زبان ہو کر بولے۔

''ان شاء اللہ تعالٰی۔''

ابا جان اپنے آنسو پونچھنے لگے، تو سب بچے انہیں خدا حافظ کہہ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف چل دیے، نئے عزم اور جوش کے ساتھ۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

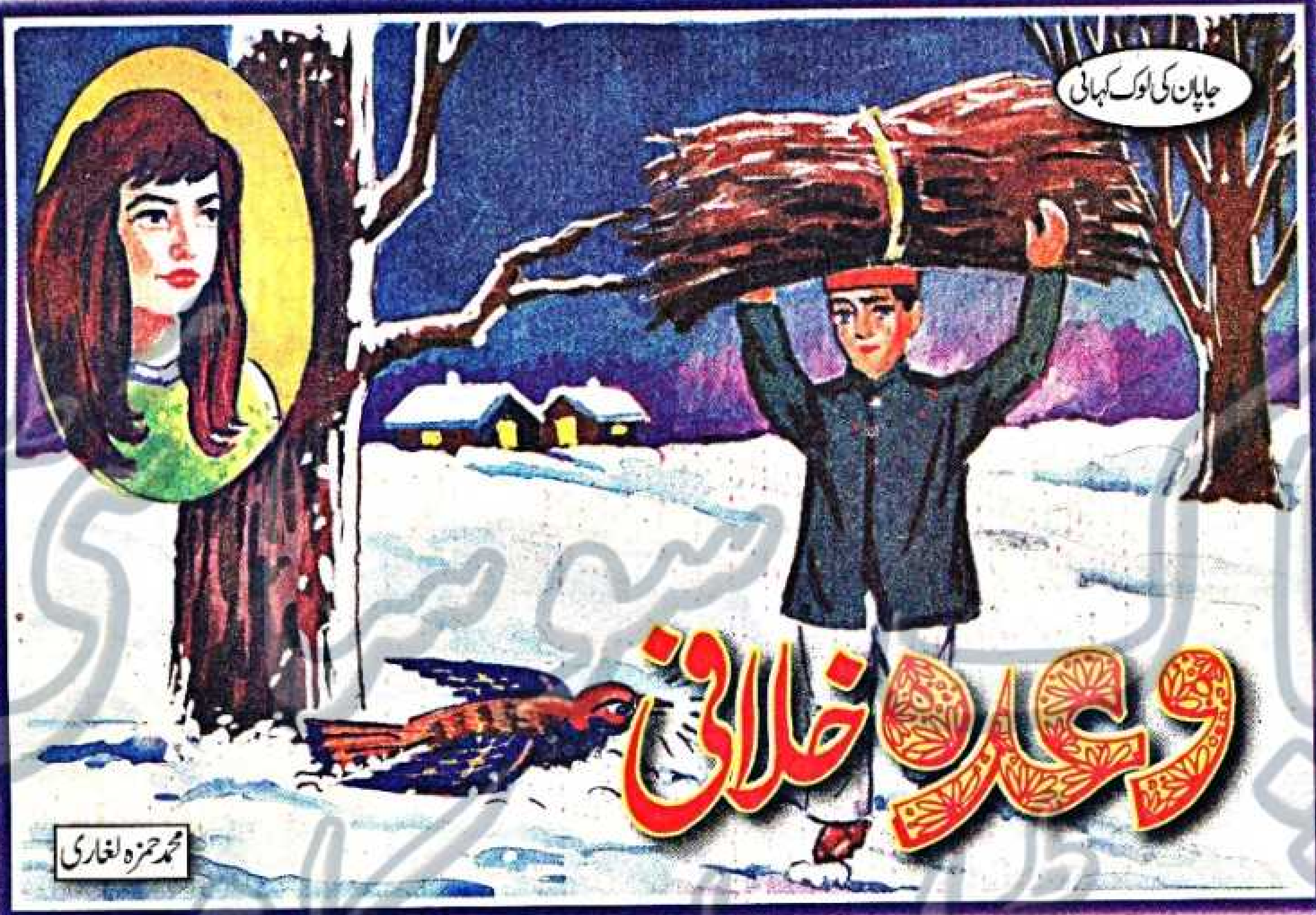

وعدہ خلافی

جاپان کی لوک کہانی

محمد حمزہ لغاری

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جاپان میں سخت سردی پڑ رہی تھی۔ برف اتنی گر رہی تھی کہ پوری فضا دھندلا گئی تھی اور سردی کی شدّت نے سب کو گھروں کے اندر رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایسے ماحول میں ایک نوجوان لڑکا جس کا نام ٹوکو تھا، سر پر لکڑیوں کا بڑا سا گٹھا اُٹھائے چلا جا رہا تھا۔ سردی بہت زیادہ تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ جلد گھر پہنچ کر اپنے آپ کو گرم کر سکے، اس لیے وہ تیزی سے بھاگے جا رہا تھا۔ چاروں طرف برف دکھائی دیتی تھی، تب ہی اس سکوت اور سناٹے میں اسے کسی کے پھڑ پھڑانے کی آواز آئی۔ ٹوکو نے مُڑ کے دیکھا تو ایک خوب صورت پرندہ برف پر پڑا نظر آیا۔ وہ شاید کسی منڈیر پر یا دیوار سے ٹکرا کر گر گیا تھا اور اب اس شدید سردی میں اس میں دوبارہ اُڑنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ بُری طرح سردی سے کپکپا رہا تھا۔ ٹوکو کو اس معصوم پرندے پر بے حد ترس آیا۔ اس نے لکڑیوں کا گٹھا برف پر رکھا اور پرندے کو اُٹھا کر اپنے کوٹ کے اندر چھپا لیا تاکہ گرمی پہنچ سکے اور اس کے ساتھ اسے دلاسا دینے لگا۔ ”پیارے پرندے! گھبراؤ مت...... میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“ تھوڑی دیر بعد ہی پرندہ گرمی اور حرارت پا کر اُڑنے کے قابل ہو گیا تو ٹوکو نے اسے اُڑا دیا اور وہ آہستہ آہستہ اُڑتا ہوا دُور نکل گیا۔ جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو ٹوکو نے لکڑیوں کا گٹھا اُٹھایا اور گھر کی جانب تیزی سے روانہ ہو گیا۔ یہاں اس کے ماں باپ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

کتنے ہی ہفتے گزر گئے سردی کی شدّت بھی کم ہو گئی۔ پہاڑوں اور وادیوں میں جمی ہوئی برف پگھلنا شروع ہو گئی اور درختوں، پودوں میں نئی کونپلیں پھوٹنے لگیں اور نئے نئے پھول کھلنا شروع ہو گئے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک خوب صورت سی لڑکی ٹوکو کے گھر آئی۔ اس وقت ٹوکو اور اس کے والد کھیتوں پر کام کرنے گئے ہوئے تھے، صرف ٹوکو کی ماں ہی گھر پر تھیں۔

اس لڑکی نے ٹوکو کی ماں کو اپنا نام ”پن“ بتایا اور کہا کہ میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں اپنے ماموں کے پاس جا رہی تھی جو جاپان کے ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں لیکن راستہ بھول گئی ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو کچھ روز میں یہاں بسر کر لوں؟ ٹوکو کی ماں نہایت رحم دل خاتون تھیں، انہوں نے پن کو دلاسا دیا اور کہا کہ تم جب تک یہاں آرام کرنا چاہتی ہو، کر سکتی ہو۔ پن یہ سن کر خوش ہو گئی، پھر پن نے اس کے ساتھ مل کر کھانے کی تیاری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

میں حصہ لیا اور دوسرے کاموں میں بھی ان کا ہاتھ بٹایا۔ شام کو جب ٹوکو اور اس کے والد گھر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ گل دانوں میں تازہ پھول رکھے تھے اور گھر بھی زیادہ صاف اور چمک رہا تھا اور کھانے کی میز ان کا انتظار کر رہی تھی۔ ٹوکو کی ماں نے گھر کے افراد سے پن کا تعارف کرایا تو ٹوکو اور اس کے والد دونوں کو وہ خوب صورت سی لڑکی بے حد پسند آئی۔ ٹوکو کی والدہ نے کہا۔

''ہمارے کوئی بیٹی نہیں، ہم تمہیں بالکل اپنی بیٹی کی طرح رکھیں گے۔ اب تم ہمارے ساتھ ہی رہو۔'' یہ سن کر پن بہت خوش ہوئی اور ان کے پاس رہنے کے لیے تیار ہوگئی۔ دھیرے دھیرے وقت گزرنے لگا، پھر خزاں آ گئی اور سردیوں کی بیکلی ہوا چلی تو سارا علاقہ سنسان ہوگیا اور ہوا کی سائیں سائیں کے علاوہ کچھ نہ سنائی دیتا تھا۔ اتنی برف باری ہوئی کہ ٹوکو کی پوری فصل تباہ و برباد ہوگئی۔

وہ ایک سرد شام تھی جب ٹوکو کے والد نے افسردگی کے ساتھ کہا۔ ''فصل ساری برباد ہو چکی ہے اور اناج بھی بہت کم رہ گیا ہے، اب گزارا کیسے ہوگا؟'' باہر ٹھنڈی ہوا کا طوفان آیا ہوا تھا۔ ''لیکن اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے بابا جان! میں آپ دونوں کی ہر طرح کی مدد کر سکتی ہوں کیوں کہ مجھے بفت کپڑا بننا آتا ہے اور میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر تین دن میں کپڑا بنا دوں گی اور ٹوکو اسے بازار میں جا کر فروخت کر دے گا۔'' پھر وہ پلٹ کر ٹوکو کی ماں سے بولی۔ ''ماں! مجھے ہر رات صرف ایک پیالہ چاول کی ضرورت ہوگی۔ پیالہ میرے دروازے کے پاس رکھ دیا کریں اور اس وقت تک میرے کمرے میں کوئی نہ آئے جب تک میں خود کسی کو نہ بلاؤں۔'' یہ کہہ کر پن اسی وقت کمرے میں چلی گئی اور اس کے بعد سے ہر رات ٹوکو چاول کا پیالہ پن کے دروازے پاس رکھ دیا کرتا۔

پورے تین دن بعد پن جب کمرے سے باہر آ گئی تو اس نے اپنے ہاتھوں میں کپڑے کا تھان پکڑا ہوا تھا۔ بفت اتنا چمک دار ریشمی کپڑا، یوں لگتا تھا جیسے ہو بہو برف چمک رہی ہے، خاص طور پر چاند کی روشنی میں...... پن نے سفید ریشم اور چاندنی سے پَروں کی شکل میں بنایا تھا۔ پن نے ٹوکو سے کہا۔ ''ٹوکو تم یہ کپڑا فروخت کر کے اناج خرید لو۔'' ٹوکو وہ کپڑا بازار میں لے گیا جسے ایک امیر آدمی نے اچھے داموں میں اسے فوراً خرید لیا اور یوں ٹوکو کے گھر والوں کی کتنی ہی مشکلیں اس کپڑے کے فروخت کرنے سے ختم ہو گئیں۔ سب بے حد خوش تھے وقت گزرتا رہا، جاڑوں کا درمیانی زمانہ آ گیا اور زمین پر برف خوب گہری جم گئی۔ تب پن نے دوبارہ کپڑا بننے کا ارادہ کیا لیکن اس بار نئے ڈیزائن کا کپڑا بننا چاہتی تھی۔ وہ پھر تین دن کے کمرے میں بند ہوگئی۔ ہر رات چاول کا پیالہ اس کے کمرے کے دروازے کے باہر رکھ دیا جاتا لیکن اس بار ٹوکو کو بڑا تجسس تھا کہ آخر یہ کمرے کے اندر بند ہو کر کیا کرتی ہے؟

ٹوکو جوں ہی کمرے میں داخل ہوا اس نے پن کو مخاطب کرنا چاہا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پن کی جگہ ایک خوب صورت چڑیا زمین پر بیٹھی ہوئی ہے جس کے جسم پر سفید نرم نرم پَروں کا ڈھیر لگا تھا۔ چڑیا نے چونچ اُٹھا کر ٹوکو کی جانب دیکھا اور اسی خوب صورت لڑکی پن کی آواز میں بولی۔ ''حیران مت ہو، ٹوکو! میں وہی چڑیا ہوں جس کی تم نے اس دن شدید سردی میں مدد کی تھی۔ میں نے تمہارا احسان اتارنے کے لیے یہ روپ دھارا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ تم سب لوگ مجھ سے بے حد پیار کرتے ہو لیکن تم اپنا وعدہ نہ توڑتے اور تین دن بعد پورا ہونے سے پہلے دروازہ نہ کھولتے تو میں ہمیشہ تمہارے پاس رہتی لیکن اب میں یہاں نہیں رہ سکتی...... افسوس مجھے جانا ہوگا۔''

''اوہ! پیاری چڑیا مجھے معاف کر دو اور اپنی اسی شکل میں ہمارے ساتھ رہو۔'' ٹوکو نے نہایت رحم دلی کے انداز میں کہا لیکن چڑیا نے صاف انکار کر دیا۔

''نہیں ٹوکو، میں مجبور ہوں۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔''

یہ کہہ کر اس نے ٹوکو اور اس کے والدین کو خدا حافظ کہا جو اس دوران کمرے میں آ گئے تھے اور بڑی حیرت سے اس چڑیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد چڑیا اُڑ کر کھڑکی سے باہر نکل گئی اور آہستہ آہستہ اُڑتی ہوئی سفید بادلوں میں گم ہوگئی۔

بے چارہ ٹوکو بہت اُداس تھا لیکن اسے اپنی بے صبری اور وعدہ خلافی کی کڑی سزا مل چکی تھی۔

وہ اپنی ایک اچھی دوست سے جدا ہو گیا تھا۔ بہرحال چڑیا نے دوبارہ جو کپڑا تیار کیا تھا، اسے بیچ کر انہیں اتنے پیسے مل گئے تھے جو ان کی ساری عمر کے لیے کافی تھے اور اب ٹوکو کو شدید سردی میں جنگل سے لکڑیاں لانے کی ضرورت نہیں رہی تھی، لیکن وہ اس چڑیا کو زندگی بھر نہیں بھول پایا۔ (ماخوذ)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کھوج لگایئے!

ذہانت آزمائیں اور 500 روپے کی کتابوں کا انعام پائیں۔

راول پنڈی کے مضافات میں ایک چھوٹا سا خوب صورت گاؤں تھا۔ یہاں کے لوگ بہت ملنسار اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے تھے۔ ان میں بابا فضلو نام کی بھی ایک شخصیت تھی جو کہ نہایت خوش مزاج اور ہنس مکھ انسان تھے۔ وہ علاقے کے جوانوں اور بوڑھوں کے علاوہ بچوں سے بھی بہت پیار کرتے تھے۔ گاؤں کے بچے بھی بابا فضلو سے بہت مانوس تھے۔ اس خوب صورت گاؤں میں بہت سارے ہرے بھرے کھیت تھے جہاں کثرت سے پھل، سبزیاں اور اناج پیدا ہوتا تھا۔ بابا فضلو کی محلے میں پھلوں کی دُکان تھی۔ بابا فضلو شفقت اور محبت سے بچوں کو مفت پھل دے دیا کرتے تھے لیکن بچے اتنے شرارتی تھے کہ بابا فضلو سے نظر بچا کر کوئی نہ کوئی پھل اُٹھا کر کھا لیا کرتے تھے۔ بابا فضلو نے سوچا کہ بچوں کا میری اجازت کے بغیر چیز اُٹھا لینا بُری عادت ہے، لہٰذا انہوں نے بچوں کو اس بُری عادت سے بچانے کے لیے ان سے سوال پوچھنے اور صحیح جواب دینے پر انعام میں پھل دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے بچوں سے سوال کیا:

''ایک گھر ہے ہرا ہرا، اندر اس کے سفید گھر، سفید گھر میں لال گھر اور لال گھر میں بہت سارے ننھے بچے۔'' بچے بات سن کر سوچ میں پڑ گئے۔ بابا فضلو نے مزید اشارہ دیا کہ یہ ایک پھل ہے اور گرمیوں میں کثرت سے کھیتوں میں پیدا ہوتا ہے۔ بابا فضلو بھی دل چسپی سے بچوں کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

پیارے بچو! آپ بھی سوچ کر بتایئے کہ کس پھل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فروری 2016ء کے کھوج لگایئے کا جواب ہے: ارسلان نے قریب پڑی شیشے کی بوتلوں کو توڑ کر رسیوں کو کاٹا۔

فروری 2016ء کے کھوج لگایئے میں قرعہ اندازی کے ذریعے درج ذیل بچے انعام کے حق دار قرار پائے ہیں:

1- عدن سجاد، جھنگ صدر
2- حمزہ حسین، لاہور
3- عادل خان، کراچی
4- محمد فہیم کمبوہ، لاہور
5- جویریہ غوری، بہاول پور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

راشد علی نواب شاہی

پیارے اللہ کے پیارے نام

اَلضَّآرُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نقصان پہنچانے والا)

اَلضَّآرُّ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے نافرمان بندوں کو اپنی نعمتوں سے محروم رکھ کر انہیں سزا دیتا ہے۔

دُنیا میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو نفع پہنچاتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ان سب چیزوں میں نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

ایک جنگل، تین جانور

ایک شخص جنگل میں رہتا تھا۔ جنگل میں بجلی کا نام و نشان نہ تھا، لوگوں کے گھر گھاس پھوس کے بنے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک مرغا تھا جو صبح کی خبر لاتا اور لوگوں کو اپنی آواز میں اذان دے کر اُٹھاتا۔ دوسرا گدھا تھا جو جنگل سے لکڑیاں اور سامان لانے کے کام آتا۔ اسی پر ان کا گزر بسر تھا اور چوکیداری کے طور پر ایک کتا تھا۔ اس جنگل میں سارے خانہ بدوشوں کے گھر گھاس پھوس سے بنے ہوئے تھے۔

ایک دن مرغے پر ایک لومڑی جھپٹ پڑی اور اسے دبوچ کر لے گئی۔ اس آدمی کی بیوی پریشان ہو گئی کہ ”ہائے مرغا گیا۔“ اس شخص نے اسے تسلی دی کہ بعض مرتبہ نقصان میں کوئی نفع ہوتا ہے، انسان کو معلوم نہیں ہوتا۔

کچھ دنوں بعد بھیڑیا آیا اور گدھے کو مار کر چلا گیا۔ اب تو اس کی بیوی رونے لگی کیوں کہ گدھا ان کے کام کاج کا سہارا تھا۔

دوسرے روز صبح اُٹھ کر گھاس پھوس کی دیوار سے باہر کتے کو دیکھا کہ وہ مرا ہوا تھا۔ اس واقعے پر اس کی بیوی زیادہ غمگین تھی کہ ہمارے تینوں جانور مر گئے لیکن اس شخص نے بیوی کو سمجھایا کہ: ”اس میں خیر ہے۔“ اچانک ایک رات ڈاکوؤں نے اس جگہ حملہ کر دیا۔ جتنے گھروں کا پتا چلا سب کو لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کو گھروں کا اس طرح پتا چلتا کہ ذرا سی آواز سے یا تو کتا بھونکنے لگتا یا کسی کا گدھا رینگتا یا کسی کا مرغا اپنی بانگ بلند کرتا۔ صرف ایک گھر بچا جس کا ڈاکوؤں کو پتا نہ چل سکا۔ ان کے تینوں جانور مر چکے تھے، لہٰذا صرف یہ گھر لٹنے سے محفوظ رہا۔ اس وقت اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے ہمیں نقصان کی صورت میں نفع پہنچا کر بچا لیا۔“

اَلنَّافِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نفع پہنچانے والا)

اَلنَّافِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ فرماں برداروں کو اپنی نعمتیں عطا فرما کر اور ان پر احسان کر کے انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ نفع والی چیز میں نقصان رکھ دیتا ہے اور نقصان والی چیز میں نفع رکھ دیتا ہے۔ جیسے آگ کا کام جلانا ہے۔ جس چیز کو آگ میں ڈالا جائے تو اللہ تعالیٰ کی آگ اسے جلاتی ہے، مگر وہ اسی آگ میں کسی نفع کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کے لیے پھینکا تو اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے نقصان پہنچانے اور جلانے سے روک دیا۔

ٹھنڈی آگ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے، لیکن انہیں بتوں کی عبادت کرنے سے سخت نفرت تھی۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ''ان کی تم عبادت کیوں کرتے ہو؟''

قوم نے جواب دیا: ''ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے۔ اس لیے ہم ایسا کر رہے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اس طرح کرنا تو بہت گمراہی ہے۔'' وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔

ان کی ساری قوم عید کے دن ایک میلے میں گئی جہاں یہ سب جمع ہو کر خوشیاں مناتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے ساتھ نہ گئے اور پیچھے رہ گئے۔ جب سب چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں داخل ہوئے۔ ہر جگہ بت ہی بت پڑے تھے اور ان کے سامنے وہ لوگ کھانا رکھ کر گئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں سے مذاق کرتے پوچھا: ''تم کھاتے کیوں نہیں؟''

پھر فرمایا: ''تمہیں کیا ہو گیا کہ بولتے نہیں ہو؟''

اس کے بعد ایک کلہاڑا لیا اور سب بتوں کو توڑ دیا۔ کسی کی ٹانگ توڑ دی، کسی کی آنکھ پھوڑ دی، کسی کا سر جسم سے الگ کر دیا اور جو سب سے بڑا بت تھا اسے رہنے دیا۔ اسے نہ توڑا اور اس بڑے بت کی گردن پر کلہاڑا رکھ دیا۔

مشرک لوگ جب اپنی عید منا کر واپس لوٹے تو دیکھا کہ بت ٹوٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ''کیا یہ کام تم نے کیا ہے؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ کام تو بڑے بت نے کیا ہے۔'' یہ سن کر سب خاموش ہو گئے اور پریشان ہو گئے کہ بت کیسے کر سکتا ہے؟ نہ یہ بول سکتا ہے اور نہ اپنے سر سے کلہاڑے کو اُٹھا سکتا ہے، تو اپنے پوجنے والے کو نقصان سے کیسے پہنچا سکتا ہے۔

انہوں نے دشمنی میں آ کر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا۔

ان لوگوں نے ایک بہت بڑے مکان میں لکڑیاں اکٹھی کیں اور اس پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گردن میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر آگ میں پھینک دیا۔

ایک فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور پوچھا: ''آپ کو میری ضرورت ہے؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اللہ تعالیٰ میرے حال کو جانتے ہیں، وہ میرے لیے کافی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتے سے بھی مدد لینے سے انکار کر دیا، کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ کوئی فرشتہ بھی نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، پھر کیوں نہ اس سے مانگا جائے جو نفع، نقصان دینے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔ آگ نے ان کا ایک بال تک نہ جلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سات دن تک اس آگ میں رہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ریشم کی ایک قمیص اور بستر لائے۔ بستر کو بچھا دیا اور قمیص انہوں نے پہنا دی اور کہا: ''اے ابراہیم! آپ کا رب فرماتا ہے کہ آگ میرے دوستوں کو نقصان نہیں پہنچاتی۔''

نمرود یہ سب کچھ دیکھ کر حیران و پریشان کھڑا تھا کہ آگ میں تو بڑے آرام سے بیٹھے ہیں اور چاروں طرف آگ لکڑیوں کو جلائے جا رہی ہے۔ نمرود نے انہیں آواز دی: ''کیا تم آگ سے نکل سکتے ہو؟''

جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں!'' اور کھڑے ہو گئے اور آگ میں چلنے لگے اور باہر تشریف لے آئے۔ نمرود، اس کا وزیر اور باقی لوگ یہ سب دیکھ کر حیران تھے۔

اب نمرود سمجھ گیا کہ ان کا مقابلہ ممکن نہیں کیوں کہ ان کے ساتھ ان کے رب کی طاقت ہے، اور ان کا پیچھا چھوڑ دیا۔ ☆☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آئینہ

عبدالمعید قریشی

پُرانے زمانے کی بات ہے، کسی دُور افتادہ گاؤں میں ایک چرواہا اپنی بیوی کے ساتھ ایک جھونپڑی میں رہتا تھا۔ اس کی شکل و صورت اور ڈیل ڈول ہو بہو اپنے باپ کے مشابہ تھی۔ چوں کہ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا، اس لیے انہوں نے کم عمری ہی میں اس کا گھر آباد کر دیا تھا اور پھر یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ گھر اور ریوڑ کی دیکھ بھال اب اس کی ذمہ داری تھی اور وہ یہ ذمہ داری بخوبی نبھا رہا تھا۔ وہ ہر ہفتے چراگاہ کی مختلف سمتوں میں بھیڑ بکریوں کو چرانے لے جاتا۔ اس طرح جانوروں کو تازہ گھاس وافر مقدار میں مل جاتی اور وقفے کے دوران دوسری سمتوں میں اُگی گھاس بڑی ہو جاتی۔ دوپہر کے وقت وہ اپنے ریوڑ کو کسی بڑے درخت کے سائے میں لے آتا تاکہ کچھ دیر وہ خود بھی ستا لے اور اس کی بکریاں بھی آرام کر لیں۔ وہ ہمیشہ عصر کے بعد ریوڑ کو ہانکتا ہوا گاؤں کی طرف چل پڑتا۔ راستے میں ایک چشمے پر رُکتا، پھر بکریوں کو پانی پلاتا اور سورج ڈوبنے سے پہلے گھر لوٹ آتا۔ ایک دن صبح سویرے جب چرواہا ریوڑ کو لے کر چراگاہ میں پہنچ گیا، اس کی جیب میں ایک آئینہ تھا اور وہ سمجھتا کہ ٹین کے چوکھٹے (فریم) میں بند نظر آنے والی صورت اس کے باپ کی روح ہے جو بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر اس کے پاس لوٹ آئی ہے۔ اسے یقین تھا کہ اب کسی بھی مشکل میں باپ کی روح اس کی مدد کرے گی۔ آج کے دن ریوڑ کی طرف اس کی توجہ بہت کم رہی۔ وہ بار بار آئینہ کوٹ کی جیب سے نکالتا اور اپنے باپ کی روح کو محبت بھری نظروں سے دیکھتا۔ ایک بار اس نے احترام سے اپنے باپ کی روح کو مخاطب بھی کیا۔

''بابا جی!'' روح کے ہونٹ ہلے مگر چرواہے کو اپنی آواز کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیا۔ اس نے سوچا شاید روحوں کی حرکات نظر آتی ہیں آواز سنائی نہیں دیتی۔ چرواہا جب شام کے وقت ریوڑ کو لے کر گھر پہنچا تو بیوی نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور ریوڑ کو باڑے میں بند کرنے لگی۔ ادھر چرواہا جھونپڑی کے اندر داخل ہوا اور آئینے کو کونے میں پڑے صندوق میں چھپا دیا۔ وہ اپنی بیوی پر یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کسی اور کو پتا چلنے سے اس کے باپ کی روح روٹھ کر چلی جائے گی۔ رات کو سونے سے پہلے اس نے صندوق کو کئی بار کھول کر دیکھا۔ وہ اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا کہ اس کے باپ کی روح موجود ہے یا چلی گئی۔

چرواہے کی بیوی نے شوہر کو بار بار صندوق کھولتے دیکھا۔ وہ پریشان ہو گئی کہ اس کا شوہر صندوق میں ایسی کون سی چیز تلاش کر رہا ہے جس کا ذکر اس سے نہیں کرنا چاہتا مگر وہ چپ رہی اور پھر سو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

گئی۔ چرواہا بھی بستر میں لیٹ تو گیا مگر دیر تک جاگتا رہا۔ دیا بجھا دیا گیا تھا، اس لیے جھونپڑی میں اندھیرا چھا چکا تھا مگر وہ اندھیرے میں بھی ٹکٹکی باندھے صندوق کو دیکھتا رہا۔ آخر نیند اس پر غالب آگئی اور وہ سو گیا۔ خواب میں وہ اپنے شفیق باپ کے ساتھ پہاڑوں میں گھومتا رہا، جس نے اسے پریوں کے دیس کی کہانی سنائی اور بہت ساری نصیحتیں کیں۔ صبح سویرے جوں ہی چرواہے کی آنکھ کھلی، وہ بے قرار ہو کر صندوق کی طرف بڑھا۔ صندوق کھول کر دیکھا تو مطمئن ہو گیا کہ اس کے باپ کی روح صندوق میں موجود ہے۔ چرواہے کی بیوی اپنے شوہر کی عجیب و غریب حرکات دیکھ کر حیران تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا شوہر جلد ریوڑ کو لے کر چراگاہ چلا جائے تاکہ وہ صندوق میں اس چیز کو دیکھ سکے جس نے اس کے شوہر کو اتنا بے قرار کر رکھا ہے۔ اس کا شوہر جوں ہی گھر سے نکلا، وہ صندوق کی طرف لپکی۔ صندوق میں نئی چیز وہ آئینہ ہی پڑا تھا۔ اسے اُٹھا کر دیکھا تو اسے ایک خوب صورت نوجوان عورت کا چہرہ نظر آیا۔ وہ غصے سے تلملا اُٹھی۔ اسے کبھی خیال بھی نہ آیا تھا کہ اس کا شوہر بے وفا ہو سکتا ہے اور کسی غیر عورت کو صندوق میں بند کر کے رکھ سکتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ وہ بار بار اس عورت کو دیکھتی اور سسکیاں لے کر دن بھر روتی رہی۔

شام کے وقت چرواہا گھر پہنچتے ہی صندوق کی طرف بڑھا اور آئینہ نکال کر دیکھنے لگا۔ اس کی بیوی نے یہ منظر دیکھا تو تلملا اُٹھی۔ اس نے شوہر کے ہاتھ سے آئینہ چھینا اور زمین پر دے مارا۔ آئینے کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ میاں بیوی چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ پڑوسیوں نے میاں بیوی کی چیخیں سنیں تو وجہ معلوم کرنے چرواہے کے گھر اکٹھے ہو گئے۔ ان پڑوسیوں میں ایک شخص آئینے کی حقیقت سے واقف تھا۔ اس نے انہیں بتایا کہ اسے آئینہ کہتے ہیں اور جو کوئی اس کے سامنے آتا ہے، یہ اسی کی شکل دکھاتا ہے۔ آئینے کی حقیقت معلوم ہونے پر سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ان قہقہے لگانے والوں میں چرواہا اور اس کی بیوی بھی شامل تھے۔

دل چسپ و عجیب

☆ بلوچستان کے بعض علاقوں میں ایک عجیب و غریب پرندہ پایا جاتا ہے۔ جس کا نام "سرباس" ہے۔ اس کی چونچ میں بارہ سوراخ ہوتے ہیں۔ جب یہ سانس لیتا ہے تو ہوا ان سوراخوں میں اس انداز سے داخل ہوتی ہے کہ اس کی آواز مترنم بن جاتی ہے جسے سن کر چھوٹے بڑے پرندے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔

☆ پھر یہ پرندہ اچھی آواز کے سحر سے ان کو بے بس کر کے اپنی پسند کے مطابق جسے چاہے شکار کر لیتا ہے۔ جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر یہ سانس کو اس انداز سے خارج کرتا ہے کہ کس سے ایک خوف ناک آواز نکلتی ہے اور اس کے گرد جمع ہونے والے پرندے گھبرا کر اُڑ جاتے ہیں۔

☆ ہاتھی اور چوہے کے دانت ساری عمر بڑھتے رہتے ہیں۔

☆ مینڈک ناک کے علاوہ کھال سے بھی سانس لیتا ہے۔

☆ آسٹریلیا میں کوئی گلہری نہیں پائی جاتی۔

☆ اُلو کو مغرب میں دانش مند جب کہ مشرق میں بے وقوف خیال کیا جاتا ہے۔

☆ کوے کی آواز آسٹریلیا میں موت کی خبر، نیوزی لینڈ میں شادی کا پیغام اور پاکستان میں مہمان کی آمد سمجھی جاتی ہے۔

☆ عام طور پر انسان اپنی زندگی میں ایک لاکھ چار ہزار چھ سو کلو میٹر پیدل چلتا ہے۔

☆ سر جے تھامسن نے 1897ء میں الیکٹرون دریافت کیا تھا۔

☆ آسٹریلیا کے کارل فرش نے دریافت کیا تھا کہ مکھی دائروں کی شکل میں رقص کر کے معلومات کا تبادلہ کرتی ہیں۔

☆ نائیلون 1935ء میں ایجاد ہوا۔

☆ 1914ء میں اسٹیپلرز (Staplers) متعارف ہوئے۔

☆ ہماری زبان پر ذائقوں کے اوسطاً تین ہزار غدود موجود ہوتے ہیں۔

☆ کرۂ ارض پر چار ہزار سے زائد اقسام کے ممالیہ پائے جاتے ہیں۔

☆ دُنیا کی 20 فی صد توانائی ایٹمی بجلی گھروں سے حاصل کی جاتی ہے۔

☆ چاکلیٹ مچھلی اپنے بچوں کو انڈوں سے نکلنے کے بعد کئی روز تک اپنے منہ میں رکھتی ہے۔

☆ امریکہ نے 1985ء میں پیٹریاٹ میزائل ایجاد کیا۔

☆ پُوما نامی جنگلی بلی ساڑھے چار میٹر اونچی چھلانگ لگا سکتی ہے۔

☆ زرافہ 30 میل فی گھنٹا کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔

☆ دُنیا بھر میں گوبھی کی 150 سے زائد اقسام کاشت کی جاتی ہیں۔

اذان

نمازِ فجر کی اذان سب سے پہلے انڈونیشیا سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد سماٹرا، ملائیشیا، ڈھاکہ، سری لنکا، انڈیا، پاکستان، افغانستان، مسقط، سعودی عرب، کویت، دبئی، یمن، عراق، ایران، استنبول، طرابلس، لیبیا، امریکہ تک مسلسل 9 گھنٹے فجر کی اذان ہوتی ہوئی واپس انڈونیشیا میں پہنچتی ہے جہاں نمازِ ظہر کی اذان کا وقت ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح پانچ وقت کی اذان سے پوری روئے زمین پر ایسا کوئی بھی سیکنڈ نہیں ہے کہ جب اذان کی آواز پوری روئے زمین پر گونجتی نہ ہو۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

درج ذیل دیئے گئے جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کریں۔

1۔ سب سے پہلے کون سی آسمانی کتاب نازل ہوئی؟

i۔ زبور ii۔ تورات iii۔ انجیل

2۔ خلا میں جانے والا سب سے پہلا انسان کون تھا؟

i۔ نیل آرمسٹرانگ ii۔ یوری گاگارین iii۔ مائیک کولنز

3۔ پنجاب کا عوامی رقص بھنگڑا ہے سرحد کا عوامی رقص کیا ہے؟

i۔ عود ii۔ خٹک iii۔ قلیل

4۔ علامہ اقبالؒ کا یہ شعر بانگ درا سے لیا گیا ہے، مکمل کیجیے۔

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی ....

5۔ فلپائن کے سکے کا کیا نام ہے؟

i۔ لیرا ii۔ پاؤنڈ iii۔ پیسو

6۔ بتایئے سب سے ہلکی گیس کون سی ہے؟

i۔ آکسیجن ii۔ ہائیڈروجن iii۔ کلورین

7۔ آئیڈیالوجی سائنس کس سائنس کو کہتے ہیں؟

i۔ پودوں کی سائنس ii۔ نفسیات کی سائنس iii۔ خیالات کی سائنس

8۔ بتایئے جی ٹی روڈ کس نام کا مخفف ہے؟

i۔ گریٹ ٹرنک روڈ ii۔ گرینڈ ٹرنک روڈ iii۔ گجرات ٹرنک روڈ

9۔ مصطفیٰ کمال پاشا جدید ترکی کے بانی تھے۔ انہیں اتاترک کا خطاب دیا گیا۔ بتایئے اتاترک کے کیا معنی ہیں؟

i۔ ترکوں کا باپ ii۔ ترکوں کا راہ نما iii۔ ترکوں کا مسیحا

10۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے کے کتنے پَر ہوتے ہیں؟

i۔ دو ii۔ تین iii۔ چار

جوابات علمی آزمائش فروری 2016ء

1۔ راستہ 2۔ پوٹاشیم نائٹریٹ 3۔ شاہنامہ اسلام 4۔ احمد نقوی 5۔ فرینڈ شپ ہائی وے 6۔ بیکال (روس) 7۔ جنگ 8۔ چار سال بعد 9۔ تو کانوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کرلے! 10۔ حبیب بینک

اس ماہ بے شمار ساتھیوں کے درست حل موصول ہوئے۔ ان میں سے 3 ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعامات دیئے جا رہے ہیں۔

☆ آمنہ اقبال، قلعہ دیدار سنگھ (150 روپے کی کتب)

☆ حافظ محمد بشارت، کراچی (100 روپے کی کتب)

☆ مقدس چوہدری، راول پنڈی (90 روپے کی کتب)

دماغ لڑاؤ سلسلے میں حصہ لینے والے کچھ بچوں کے نام بہ ذریعہ قرعہ اندازی:

یشل راشد، راول پنڈی۔ محمد اسد، کراچی۔ ملک محمد احسن، راول پنڈی۔ محمد احمد خان غوری، جویریہ غوری، بہاول پور۔ شاہ زیب احمد، راول پنڈی۔ افراح سجاد، راول پنڈی۔ محمد فہد بٹ، جہلم۔ سعید الرحمٰن، شیخوپورہ۔ شاہ زیب احمد، راول پنڈی۔ ملک محمد احسن، راول پنڈی۔ علینا اختر، کراچی۔ ردا فاطمہ فریال، راول پنڈی۔ محمد حسان، سرگودھا۔ مشعال آصف، لاہور۔ فاصر زمان، کے پی کے۔ حضرت امین، پشاور۔ سندس آسیہ، کراچی۔ اساور بنت آصف، پشاور۔ زینب آصف، لاہور۔ عدن سجاد، جھنگ صدر۔ حدیقہ عارف، لاہور۔ محمد مظفر، لاہور۔ محمد عبدالہادی، لاہور۔ افشین زمان، پشاور۔ حانیہ رضا، لاہور۔ محمد سعد، لاہور۔ وقاص احمد قادری، لالہ موسیٰ۔ محمد ہاشم اعوان، قصور۔ محمد مدثر صدیقی، کراچی۔ محسن خان، کراچی۔ عبید الیاس، کراچی۔ ارسلان شہزاد، کراچی۔ حسیب جاوید، کراچی۔ عبدالباسط، کراچی۔ فراست علی، کراچی۔ ثمن رؤف، لاہور۔ حفصہ مصطفیٰ، اوکاڑہ۔ اقراء گل سید، چارسدہ۔ ہادیہ حق، راول پنڈی۔ فرحین زمان، کے پی کے۔ سمیعہ توقیر، کراچی۔ نوشین مسعود، ملتان۔ عامر سہیل، لاہور۔ عمران فاروق، اوکاڑہ۔ راجہ محمد اسلم، راول پنڈی۔ عمیرہ بشیر، قصور۔ افتخار بھٹی، جہلم۔ ریاض حسین، واہ کینٹ۔ ام کلثوم، خانیوال۔ احسن فاروق، راول پنڈی۔ عفت بتول، لاہور کینٹ۔ محمد یاسین قمر، خانیوال۔ زوہیب احمد، ملتان۔ ظل ہما، کراچی۔ مریم عبداللہ، پشاور۔ آصفہ ممتاز، جھنگ۔ نگہت سلیم، گجرات۔ وقار صادق، راول پنڈی۔ معوذ الحسن، خانیوال۔ زوبیہ طارق، اسلام آباد۔ آصف نواز، واہ کینٹ۔ ہارون الرشید، اوکاڑہ۔ رضوان بشیر، لاہور۔ فائزہ حنیف، گجرات۔ عائشہ نور، دہاڑی۔ اخلاق احمد، اوکاڑہ۔ مریم شہباز، اسلام آباد۔ زوہیب آصف، سیالکوٹ۔ محمد جواد، بہاول نگر۔ اظہر شہباز، بہاول پور۔ احسن آفاق، اسلام آباد۔ قمر سلیم، وزیر آباد۔ عدن بشیر، ساہیوال۔ سمعیہ توقیر، اٹک۔ عمر فاروق، گوجرانوالہ۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گرمی کے دنوں میں ایک کنجوس آدمی دس روپے کا ایک نوٹ مٹھی میں دبائے بازار میں گھومتا رہا۔ شام کو گھر آیا مٹھی کھولی تو دیکھا نوٹ پسینے میں بھیگ چکا تھا۔ وہ نوٹ دیکھ کر بولا: ''بچو تم کتنا رو لو، میں تو پھر بھی خرچ نہیں کروں گا۔'' (سیدہ زہرا بانو رضوی، راولپنڈی)

استاد (شاگرد کے باپ سے): ''آپ کے بیٹے کو پڑھنے کا بالکل شوق نہیں۔''

باپ: ''ماسٹر صاحب! یہ بات غلط ہے۔ اگر میرے بیٹے کو پڑھنے کا شوق نہ ہوتا تو ہر کلاس میں تین تین سال کیوں لگاتا؟''

☆

علی: ''امی! آپ مجھے ہر روز اسکول کیوں بھیجتی ہیں؟''

امی: ''تم جیسے شریر بچوں کو انسان بنانے کے لیے۔''

علی: ''مگر امی! ماسٹر صاحب تو ہر روز مجھے مرغا بنا دیتے ہیں۔''

(محمد خان، موچھ)

استاد (حماد سے): ''حماد! امریکا کہاں ہے، بتاؤ؟''

حماد: ''جناب! مجھے نہیں معلوم۔''

استاد: ''کھڑے ہو جاؤ۔''

حماد: ''سر! کھڑے ہو کر بھی نظر نہیں آ رہا۔'' ☆

جج (ملزم سے): ''تم نے فیکٹری منیجر کا ہاتھ کیوں جلایا؟''

ملزم: ''جناب میں نوکری کے لیے منیجر کے پاس گیا تھا، منیجر نے کہا کہ پہلے میری مٹھی گرم کرو! میں نے اس کے ہاتھ پر جلتا کوئلہ رکھ دیا۔''

(ایمان زہرہ، لاہور)

ایک بڑے ہوٹل میں ایک صاحب نے سوپ کے پیالے کا بغور معائنہ کرنے کے بعد بیرے کو بلا کر کہا: ''میں یہ سوپ ہرگز نہیں پی سکتا، منیجر کو بلاؤ۔'' منیجر نے آ کر بڑے ادب سے پوچھا: ''فرمائیے صاحب؟'' صاحب نے غصے سے کہا: ''میں یہ سوپ نہیں پی سکتا۔''

بیرا اور منیجر بھاگے اور مالک کو بلا لائے اور تینوں ان صاحب کی میز کے گرد کھڑے ہوئے منیجر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا:

''صاحب! اس میں کیا خرابی ہے؟''

صاحب نے غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا: ''چمچ نہیں، چمچ کے بغیر میں یہ سوپ نہیں پی سکتا۔'' (ہنین زہرہ، ساہی وال)

استاد: ''بھینس کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں؟''

شاگرد: ''سر! یہ تو کوئی بے وقوف بھی بتا دے گا۔''

استاد: ''اسی لیے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔'' ☆

ایک بچہ روتا ہوا ماں کے پاس آیا۔ ماں نے رونے کی وجہ پوچھی تو بچے نے کہا: ''ابا جان دیوار میں کیل گاڑ رہے تھے تو ان کے ہاتھ میں ہتھوڑی لگ گئی۔''

ماں بولی: ''بیٹا! بہادر بچے ذرا سی بات پر نہیں روتے۔ تمہیں تو ہنسنا چاہیے تھا۔''

بچے نے کہا: ''امی ہنسا ہی تو تھا۔'' (ضحویٰ رانا، کبیر والا)

استاد (شاگرد سے): ''جس آدمی کو سنائی نہ دے اس کو انگلش میں کیا کہیں گے؟''

شاگرد: ''جو مرضی کہہ دو، اس کو کون سا سنائی دیتا ہے۔'' (احور کامران، لاہور)

استاد (شاگرد سے): ''چلتی ہوئی گاڑی سے کب اترنا چاہیے؟''

شاگرد (معصومیت سے): ''جناب! جب وہ اسپتال کے قریب ہو۔''

☆

ماسٹر صاحب نے کاہلی پر مضمون لکھنے کے لیے کہا۔

ایک شاگرد کی کاپی چیک کی تو تمام صفحات خالی تھے۔ آخری صفحے کے نیچے لکھا تھا: ''اسے کہتے ہیں کاہلی۔'' (کظیمہ زہرہ، لاہور)

ایک نئے قیدی نے اپنے ساتھی کو بتایا: ''میں چوری کے جرم میں پکڑا گیا ہوں، ویسے خطا میری ہی تھی۔''

''وہ کیسے؟'' دوسرے قیدی نے پوچھا۔

''وہ ایسے کہ میں نے اس کوٹھی کے کتے سے دوستی کرنے میں پورا مہینہ لگا دیا مگر...... چوری کی رات میرا پاؤں کوٹھی کی بلی پر جا پڑا۔''

(محمد احمد، لاہور)

ایک آدمی نے اپنے لیے مقبرہ بنوایا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو اس نے مستری سے پوچھا: ''اب اس میں کس چیز کی کمی ہے؟''

''جناب، آپ کی۔'' مستری نے جواب دیا۔ (ساجدہ افضل، کوئٹہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد وقتاً فوقتاً عوام کی بھلائی اور بہتری کے لیے نبی اور رسول تشریف لاتے رہے لیکن شیطان نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ وہ انسانوں کو خدائے واحد کی عبادت سے ہٹا کر شرک اور بت پرستی میں مبتلا کر دے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسانات جتلا کر سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی اور اس بُری راہ سے منع فرمایا، جس پر چل رہے تھے اور ان کو یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف رجوع نہ ہوئے تو تم پر عذاب نازل ہونے کا خطرہ ہے اور کہا کہ مجھے اللہ نے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کا تمسخر اُڑایا اور کہا۔ ”بھلا یہ بتاؤ کہ تم نبی کیسے بن گئے۔ تم تو ہمارے جیسے گوشت پوست کے بنے ہوئے ہو اور ہم میں ہی پیدا ہوئے ہو۔ تم میں ایسی کون سی چیز ہے، جس سے ہم تمہیں نبی سمجھیں اور اگر خدا کو نبی ہی بھیجنا تھا تو وہ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیج دیتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ اللہ نے تم کو دُنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوئی ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں وعظ و تبلیغ کی اور کوشش کی کہ وہ خدائے واحد کے سچے پرستار بن جائیں مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ حضرت نوح علیہ السلام وعظ فرماتے تو ان کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے، کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تاکہ ان کی آواز کانوں میں نہ پہنچ جائے۔ صرف چند لوگ تھے جو آپ پر ایمان لائے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے پھر قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ میں اب بھی تم سے کہتا ہوں کہ اپنی کافرانہ روش سے باز آ جاؤ۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر خدا کا قہر کسی صورت میں نازل نہ ہو جائے۔ اس پر ان کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ ”تم اتنی مدت تک دعا کرتے رہے، کتنے لوگ ہیں جنہوں نے تم کو نبی مانا؟ یہی چند ایک غریب اور رذیل لوگ ہیں جو تیرے پیروکار بن گئے ہیں۔ دیکھ ہم تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں کرتے اور یہ جو تو روز ہمیں عذاب سے ڈراتا ہے، تو لے آ تو اور تیرا خدا عذاب، دیکھیں تو سہی وہ عذاب کیسا ہے اور ہمارا کیا بگاڑے گا۔ ہم تیرا وعظ سن سن کر تنگ آ گئے ہیں۔ اب کے اگر تو نے وعظ کیا تو یاد رکھ تجھ کو سنگ سار کر دیا جائے گا۔ تو کوئی دیوانہ اور سڑی معلوم ہوتا ہے۔“ قوم کی یہ سرکشی اور نافرمانی دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے اللہ! میں تو اس قوم سے تنگ آ گیا ہوں۔ اب تو ہی ان سے بدلہ لے۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک کشتی بناؤ اور یہ بھی حکم دے دیا کہ دیکھنا، اب کسی کی سفارش نہ کرنا۔ اب ان پر ضرور عذاب نازل ہو کر رہے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام خدا کے حکم کے مطابق کشتی بنانے میں لگ گئے۔ جب کشتی بن کر تیار ہو گئی تو خدا نے حکم دیا کہ اپنے اہل اور ان لوگوں کو کشتی پر سوار کر لو جو مجھ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں رکھ لو۔ جب سب لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو خدا کے حکم سے زمین کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ زمین پر پانی بڑھنے لگا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی میں تیرنے لگی لیکن وہ لوگ اب بھی مذاق کر رہے تھے۔ پانی بڑھا تو حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا بیٹا پانی میں ڈوبنے لگا ہے۔ آپ نے اسے آواز دی کہ اب بھی آ جاؤ تاکہ خدا کے عذاب سے بچ سکو مگر اس نے جواب دیا، تم جاؤ۔ میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی جان بچا لوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا، اس وقت سوائے خدا کے کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ اتنے میں پانی کا ایک ریلا آیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بہا کر لے گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ٹھہر گئی۔ اب خدا کے حکم سے سیلاب ختم ہو گیا اور زمین نے سارا پانی اپنے اندر جذب کر لیا۔ اب خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ کشتی سے اُتر جاؤ۔ تجھ پر اور وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائے ہیں، ان پر ہماری رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔

کھوج لگائیے

ہر حل کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10/ مارچ 2016ء ہے۔

نام: ______________________

شہر: ______________________

مکمل پتا: ______________________

____

موبائل نمبر: ______________________

دماغ لڑاؤ

ہر حل کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10/ مارچ 2016ء ہے۔

نام: ______________________

مقام: ______________________

مکمل پتا: ______________________

____

موبائل نمبر: ______________________

ہونہار مصور

مارچ کا موضوع ”یوم پاکستان“ ارسال کرنے کی آخری تاریخ 08/ مارچ 2016ء ہے۔

نام ______________ عمر ______________

مکمل پتا: ______________________

____

موبائل نمبر: ______________________

میری زندگی کے مقاصد

کوپن پُر کرنا اور پاسپورٹ سائز رنگین تصویر بھیجنا ضروری ہے۔

نام ______________ شہر ______________

مقاصد ______________________

____

موبائل نمبر: ______________________

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اوجھل خاکے

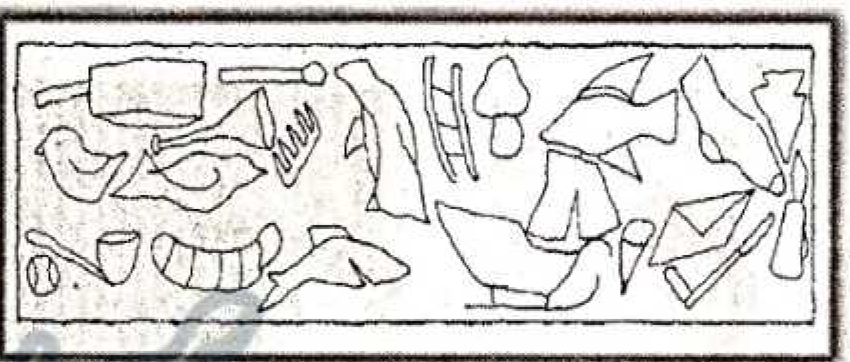

یہ چیزیں خاکے میں چھپی ہوئی ہیں۔ آپ ان چیزوں کو تلاش کیجئے اور شاباش لیجیے۔

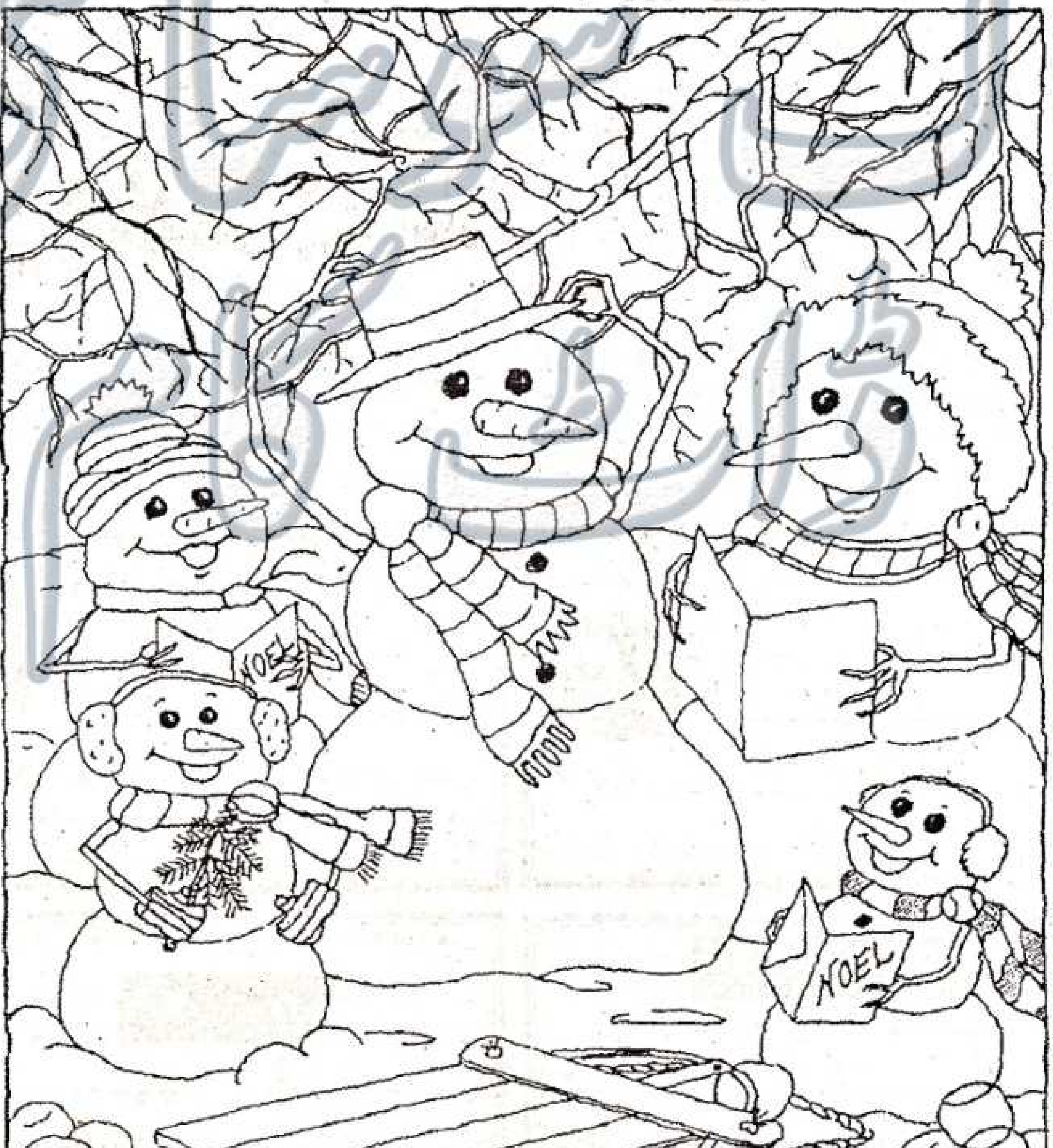

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
READING Section

دوست کی قدر

وقاص اسلم

آج صبح احمر کی آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ اس نے جلدی جلدی تیاری کی، ناشتہ کیا اور موٹر بائیک پر اسکول روانہ ہوگیا۔ راستے میں بائیک کا پٹرول ختم ہوگیا۔ اسے بہت غصہ آیا اور کافی دُور تک اسکول پہنچنے کے لیے پیدل سفر کرنا پڑا۔ کلاس میں سب اسٹوڈنٹس آچکے تھے۔ احمر کی سیٹ پر کسی نے پن کی سیاہی گرا دی تھی۔ یہ دیکھ کر اس کا پارہ مزید چڑھ گیا۔ اس کی سوچ فوراً نعیم کی طرف گئی کہ یقیناً یہ اسی کی کارستانی ہے کیوں کہ آج کل ان دونوں میں کسی بات پر لڑائی چل رہی تھی۔

بریک کے وقت احمر کے بیگ سے کسی نے انگلش کی کتاب نکال کر چھپا دی۔ چھٹی کے وقت پھر احمر اور نعیم میں لڑائی چھڑ گئی۔ حقیقت میں نعیم کو اس کی کتاب بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ احمر نے بغیر سوچے سمجھے نعیم کو گالیاں دینا شروع کردیں اور بھری کلاس میں اس کو تھپڑ دے مارا لیکن نعیم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ آج وہ اس بے عزتی سے تنگ آچکا تھا۔ دل میں اس نے احمر کے ساتھ کبھی نہ بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ انہیں اتنا قریب دیکھ کر کچھ لوگ جلتے تھے اور کچھ کشادہ دل رشک بھی کرتے تھے۔ ہمیشہ ایک جیسے کپڑوں اور جوتوں میں دکھائی دینے والے ان بھائیوں جیسے دو دوستوں کی شکل و شباہت بھی قدرتی طور پر ایک دوسرے سے ملتی تھی۔ ایک ہی کلاس میں پڑھنے والے یک جان، دو قالب دوسرے اسٹوڈنٹس کو ببول کے کانٹے کی طرح چبھتے تھے۔ احمر کی ایک بُری عادت ان کی دوستی کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔ احمر جذباتی تھا، سوچے سمجھے بغیر اپنے دوست نعیم کی بے عزتی کرنے لگتا اور بہت سخت رویے کا اظہار کرتا۔ نعیم کا بہت دل دکھتا تھا۔ جب حقیقت کا پتا چلتا تو نعیم بے قصور ہوتا اور پھر احمر معافی مانگنے لگتا۔ شروع میں نعیم یہ سب برداشت کرتا رہتا۔

لیکن اب یہ احمر کا روز کا معمول بنتا جا رہا تھا۔ نعیم اپنے دوست کو ہمیشہ سمجھاتا کہ اتنے جذباتی نہ ہوا کرو، خود کو نرم مزاج بناؤ اور برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرو۔ وقتی طور پر احمر اثبات میں سر ہلا دیتا لیکن پھر وہی معمول...... اب تو ہفتے میں کوئی ایک آدھ دن ہی ان کا صلح و سلوک سے گزرتا۔

دوسرے کلاس فیلوز انہیں لڑتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے کہ اب تھوڑے ہی دنوں میں نعیم احمر میں علیحدگیاں ہو جائیں گی۔ آج جب احمر نے بے قصور نعیم کو چھٹی کے وقت تھپڑ مارا تو نعیم چپ ہو کر آئندہ احمر کے ساتھ کبھی بات نہ کرنے کا عہد کر کے چلا گیا۔ کچھ ہی دنوں بعد میٹرک کے امتحانات شروع ہوگئے اور تمام کلاس فیلوز

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

نے مختلف کالجوں اور شہروں کا رُخ کر لیا۔ احمر اور نعیم نے ایک دوسرے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا کیوں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو قصوروار سمجھتے تھے۔ نعیم کے ابو ایک سرکاری ملازم تھے۔ نعیم کچھ دن اس شہر کے کالج میں پڑھتا رہا لیکن اب اس کے ابو کا تبادلہ لاہور سے کراچی ہو گیا تھا۔ پوری فیملی کراچی شفٹ ہو گئی۔ نعیم نے بھی وہیں جا کر تعلیم جاری رکھی۔

نعیم اور احمر کو جدا ہوئے آج پانچ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ احمر کی طرح یقیناً نعیم بھی یونیورسٹی میں ہوگا۔ لیکچر کے دوران سر کمال صاحب نے اسٹوڈنٹس کو سمجھاتے ہوئے بتایا:

''ہمارے پاک نبی ﷺ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''

''تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔''

''حسن اخلاق سے پتھر دل نرم کیا جاسکتا ہے۔ دشمن کے دل پر راج چلایا جاسکتا ہے جب کہ بداخلاقی انسان کو لوگوں میں حتیٰ کہ مخلص ترین دوستوں کی نظروں سے گرا دیتی ہے۔ اس لیے ہمیشہ عقل سے کام لو، گالی گلوچ سے پرہیز کرو، کبھی کسی کا دل نہ دکھاؤ۔''

سر کمال کا لیکچر سنتے ہوئے احمر اپنے ماضی میں کھو گیا تھا۔ اسے احساس ہونے لگا تھا کہ اس نے اپنے مخلص دوست نعیم کے ساتھ ہمیشہ بداخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے گالیاں دی تھیں، جب کہ اتنی بڑی بات بھی نہیں تھی۔ اس کے جسم میں بے چینی بجلی کی طرح دوڑنے لگی۔ وہ جلد از جلد نعیم کو مل کر اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی مانگنا چاہتا تھا۔ وہ نعیم کے گھر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا، ایک سفید پوش ادھیڑ عمر آدمی اندر سے نمودار ہوا اور آنے کی وجہ پوچھی۔

''یہ نعیم کا گھر نہیں ہے۔ وہ گھر ہمیں پانچ سال پہلے بیچ کر کراچی چلے گئے تھے۔'' احمر کے سوال پر اس آدمی نے صاف لہجے میں جواب دیا۔

''ان کا فون نمبر یا گھر کا پتا چل سکتا ہے؟ آپ کے پاس......''
احمر نے متوقع نظروں سے تکتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں! یہ فون نمبر ہے۔ بہت پہلے مجھے انہوں نے گھر کے کچھ کاغذات ڈاک میں بھیجے تھے جس پر یہ واپسی کا پتا درج تھا۔'' سفید پوش شخص نے ایک پرچی پر درج ایڈریس تھماتے ہوئے کہا۔

احمر نے انہیں سلام کیا اور ایڈریس لے کر گھر آ گیا۔ اس پر درج نمبر ڈائل کیا لیکن یہ بدستور بند جا رہا تھا۔ ایک دن، پھر دوسرے دن بھی جب یہ نمبر نہ ملا، تو احمر نے کراچی نعیم کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے گھر سے اجازت لی اور کپڑوں کا ایک جوڑا ساتھ لے کر کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔ ایک لمبے سفر کے بعد بالآخر وہ کراچی پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اسے بہت تھکن اور بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے گیا۔ کھانے کے انتظار میں بیٹھا ٹی وی پر بریکنگ نیوز دیکھنے لگا۔

''کراچی کے علاقہ ڈھیڑی میں دہشت گردوں نے ہلچل مچا دی۔ سرعام بھرے بازار میں اندھا دھند فائرنگ، دس جاں بحق، درجنوں افراد زخمی۔''

احمر یہ خبر سن کر چونک گیا۔ اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، کیوں کہ یہ وہی جگہ تھی جہاں اس کا دوست نعیم رہتا تھا۔ اس نے کھانا اپنے ساتھ پارسل کروایا اور جلدی سے اس جگہ جانے کے لیے روانہ ہو گیا لیکن آگے ٹریفک جام تھی۔ اس نے کچھ دیر انتظار کیا۔ بے چینی اندر ہی اندر اسے کاٹ رہی تھی۔ گاڑی نہ چلی تو وہ پیدل سفر کرنے لگا۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتا پوچھتے پوچھتے اپنے دوست کے ایڈریس پر پہنچ گیا لیکن یہ دیکھ کر اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگے۔ کیوں کہ اس گھر کا دروازہ باہر سے لاک تھا۔ اتنے میں قریبی گھر سے ایک آدمی نکلا۔ وہ سہما ہوا اور جلدی میں دکھائی دے رہا تھا۔ احمر نے ہمت کر کے پوچھا۔

''ب... بب... بھائی صاحب! رکیے، کیا یہ نعیم کا گھر ہے؟''

''ہاں! یہ نعیم کا گھر ہے۔ وہ شہر میں ہونے والی فائرنگ سے اسپتال میں شدید زخمی ہے۔ میرے ساتھ آنا ہے تو آجاؤ۔'' اس نے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے فوراً جواب دیا۔

زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا نعیم اپنی سانسیں پوری کر رہا تھا۔ نیم بے ہوشی کے باوجود اس نے احمر کو اس کی آواز سے پہچان لیا تھا۔ احمر اپنے دوست کے سینے پر سر رکھ کر روتے ہوئے اپنی بدسلوکی کی معافی مانگ رہا تھا۔ اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔ نعیم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ ہو جانے کا کہا۔ کچھ ہی دیر بعد نعیم کی روح اللہ کو پیاری ہو گئی۔ احمر اور بھی زیادہ رونے لگا تھا۔ اس نے زندگی میں اپنے دوست کی قدر نہیں کی لیکن جب اسے اپنے دوست کی قدر کا احساس ہوا، تب تک نعیم اس دُنیا میں نہیں رہا تھا۔ ☆☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

کھیل دس منٹ کا

ل	ژ	ص	ف	و	ٹ	و	ل	پ	ش
ح	گ	ع	ط	ا	ر	د	ا	ف	ڑ
ز	غ	ڈ	ب	ل	گ	ع	ظ	خ	ی
ص	م	ی	ر	ت	ش	م	ن	ی	ث
د	ق	ن	ا	ج	و	ظ	ہ	ر	غ
ز	ٹ	و	ک	ہ	ب	ذ	ع	م	ل
ہ	ع	چ	ط	د	س	غ	ز	ف	ڈ
ر	س	پ	ص	ی	و	ر	ے	ن	س
ہ	ی	ی	ژ	ق	ا	ق	ہ	د	گ
ا	ٹ	ن	ک	ض	ش	ن	ی	م	ز

آپ نے حروف ملا کر نو سیاروں کے نام تلاش کرنے ہیں۔ آپ ان ناموں کو دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں، اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اُوپر تلاش کر سکتے ہیں۔ آپ کے پاس وقت دس منٹ کا ہے۔ جن سیاروں کو آپ نے تلاش کرنا ہے وہ یہ ہیں:

عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری، زحل، یورینس، نیپچون، پلوٹو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ابو جان کو اپنے سینے میں اچانک ہی شدید درد کا احساس ہوا تھا۔ بائیں بازو میں جیسے چیونٹیاں سی رینگنے لگی تھیں۔ سانس لینے میں بھی مشکل ہو رہی تھی مگر ایسی کیفیت میں بھی ابو جی ہمت سے کام لے رہے تھے۔ گھر کے تمام افراد پریشان ہو چکے تھے۔ اگر ابو جی برداشت سے کام لیتے تو سب کے لیے بہت مشکل ہو جاتی، مگر ہائے، آہ، جیسی آوازوں پر ان کا اختیار نہیں تھا۔

''چلیے ابو جی..... آپ کو اسپتال لے چلتا ہوں۔'' یہ فیضان تھا۔ ابو جی کا سب سے بڑا اور فرماں بردار بیٹا تھا۔

''نہیں بیٹا..... محلے کے کسی ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔'' ابو جی کراہتے ہوئے بولے تھے۔ ''ابو جی..... اسپتال میں سہولت زیادہ ہے۔ چلیے..... میرے ساتھ چلیے۔'' اس نے ابو جی کو سہارا دیا تھا۔ ایسے میں راحت آگے بڑھا تھا۔ ''رُک جاؤ..... ابھی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔'' ابو نے نجانے کیوں راحت کو ساتھ آنے سے روک دیا تھا۔ ان کا لہجہ بھی سخت تھا۔ راحت پیچھے ہٹ گیا تھا۔ فیضان نے اپنی موٹر سائیکل گلی میں نکال لی تھی۔ ابو جی کمال برداشت سے کام لے رہے تھے۔ وہ فیضان کے پیچھے بیٹھ گئے تھے۔ گھر کے تمام افراد نے دروازے پر کھڑے ہو کر انہیں اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا۔

اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ رات کو سردی کی شدت میں کچھ زیادہ ہی اضافہ ہو جاتا تھا۔

''اسپتال پہنچ کر ہمیں اپنی خیریت کی اطلاع دے دینا۔'' امی جان نے پیچھے سے فیضان کو آواز لگائی۔ ''جی امی جان.....'' فیضان نے بھی آواز لگائی تھی اور پھر اپنی جیب کو تھپتھپا کر دیکھا تھا۔ موبائل جیب میں موجود تھا، پھر موٹر سائیکل گلی کا موڑ مُڑ گئی۔

''یا اللہ خیر.....'' امی جان نے خلوصِ دل سے دعا مانگی تھی۔ فیضان گلیوں میں سے نکلتا ہوا سڑک پر آ گیا تھا۔ فضا سرد تھی۔ دُھند ماحول کو اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ سردی کے مارے لوگ لحافوں میں دبکے پڑے تھے۔

ایسے میں فیضان کی موٹر سائیکل پھٹ پھٹ کرتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ابو کو چکر آ رہے تھے۔ فیضان سوچ رہا تھا کہ اگر راحت ساتھ آ جاتا تو اچھا ہی تھا۔ وہ پیچھے بیٹھ کر ابو کو سنبھال تو سکتا تھا مگر..... اس سے زیادہ فیضان میں سوچنے کی ہمت نہیں تھی۔ ابو جان سوچ سمجھ کر فیصلے کیا کرتے تھے اور ان کے فیصلے بہت پختہ اور اٹل ہوا کرتے تھے۔ راحت کو ساتھ نہ لانے میں جانے کون سی حکمت پوشیدہ تھی۔ اچانک فیضان کا دل لرز کر رہ گیا۔ اسے موٹر سائیکل پر اپنے پیچھے جھول سا محسوس ہوا۔ ایک لمحے کے لیے موٹر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سائیکل کا ہینڈل بھی ڈول گیا تھا۔ فیضان نے پلٹ کر دیکھا۔ ابو جی سڑک پر گرے پڑے تھے۔ فیضان کو تو چکر آ گیا تھا۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا تھا۔ توازن خراب ہوا تھا تو موٹر سائیکل فٹ پاتھ پر چڑھ دوڑی تھی۔ فیضان ایک جھٹکے سے اُچھلا تھا اور اس کا سر فٹ پاتھ کے دوسرے کنارے پر موجود ایک درخت کے تنے کے ساتھ جا ٹکرایا تھا۔ وہ فوراً ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ابو کو چکر آیا تھا۔ وہ توازن کھو بیٹھے تھے اور سڑک پر گر گئے تھے۔ کولہے پر چوٹ لگی تھی مگر وہ ابھی ہوش میں تھے۔ وہ خود کو گھسیٹتے ہوئے فیضان کے پاس آئے۔ اس مشکل وقت میں بھی وہ ہمت سے کام لے رہے تھے۔

''فیضان...... فیضان......'' انہوں نے اپنے بیٹے کو پکارا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اب ابو نے فیضان کی اندرونی جیب کو ٹٹولا۔ موبائل موجود تھا۔ ابو نے کانپتے ہاتھوں سے ایک نمبر ملایا۔ فوراً ہی کال لگ گئی۔ ابو جی ڈوبتی آواز میں بولے تھے۔

''ہیلو...... ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے...... ہمارا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور میری طبیعت بھی خراب ہے۔''

''لوکیشن بتائیے......'' دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔ ابو نے حادثے والی جگہ کی نشان دہی کر دی تھی۔

''ہم پانچ منٹ میں آپ کو ریسکیو کرتے ہیں۔'' رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ یہ پانچ منٹ ابو کو صدیوں کے انتظار جیسے لگ رہے تھے۔ وہ فیضان کے رخسار تھپتھپا رہے تھے۔ پھر انہوں نے زخم والی جگہ پر اپنی ہتھیلی رکھ دی تاکہ خون رُک جائے۔ پھر ان کے کانوں سے سائرن کی آواز ٹکرائی...... دور سے سرخ رنگ کی بتی جلتی بجھتی نظر آ رہی تھی۔ ریسکیو عملے نے دونوں باپ بیٹے کو نزدیکی اسپتال پہنچا دیا تھا۔ ابو کو دل وارڈ میں اور فیضان کو مرہم پٹی کے بعد میڈیکل وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ بروقت طبی امداد سے اب دونوں کی جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ یہ خبر گھر تک بھی پہنچ چکی تھی۔ امی راحت کے ہمراہ اسپتال پہنچی تھیں۔ ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پھر امی بولی تھی۔

''راحت نے تو آپ سے کہا تھا کہ میں ساتھ چلتا ہوں مگر آپ نہیں مانے۔ اگر وہ ساتھ ہوتا تو شاید یہ حادثہ نہ ہوتا۔'' امی، ابو سے شکوہ کر رہی تھی۔ ابو مسکرائے تھے اور پھر بولے تھے۔

''بیگم...... تم شاید بھول رہی ہو۔ ہر کام اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ کسی بھی انسان کی انفرادی کوشش اور خواہش کسی کام نہیں آتی۔''

''وہ تو سچ ہے، مگر احتیاط بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔'' امی اپنی بات پر اڑ گئی تھی۔ ''اب ہم آپ کے پاس ہی رہیں گے۔'' امی نے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ ''میں ٹھیک ہوں۔ تھوڑی تکلیف ضرور ہوئی تھی، مگر اب ادویات سے تکلیف کا مداوا ہو چکا ہے۔ صبح تو ویسے ہی چھٹی ہو جائے گی۔ ہاں، فیضان کو تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔ تم اس کے ساتھ رات گزار لو۔''

''ٹھیک ہے...... مگر میں راحت کو آپ کے پاس چھوڑ دیتی ہوں۔'' امی فوراً ہی مان گئی تھی۔

''نہیں...... نہیں...... کیا ضرورت ہے۔ ویسے بھی مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سکون سے سو جاؤں گا۔'' ابو نے پھر سے انکار کر دیا تھا۔ راحت رونی صورت بنائے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''کہہ دیا ناں...... راحت آپ کے پاس رہے گا۔'' امی نے جیسے فیصلہ سنایا تھا۔ ابو خاموش ہو گئے تھے۔ ایسی کوئی بڑی وجہ تو تھی نہیں کہ وہ ضد کرتے۔ ان کی خاموشی کو ان کی رضامندی سمجھ کر راحت خوش ہو گیا تھا۔ بات بھی خوشی والی تھی۔ اسے اپنے ابو کی خدمت کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ پھر ابو تو سو گئے۔ ڈاکٹر نے انہیں مسکن ادویات دے رکھی تھیں۔ ہاں راحت رات بھر جاگتا رہا۔ کبھی وہ انتظار گاہ میں آ بیٹھتا۔ کبھی دو پل ابو کو دیکھنے کے لیے وارڈ میں آ جاتا۔ اگلی صبح امی اور فیضان ابو کے پاس آ گئے۔ فیضان کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی مگر وہ اب ٹھیک تھا۔ ابو نے پیار سے اسے پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ ''تم میرے اچھے والے بیٹے ہو۔'' سب کے کانوں سے ابو کی نرم گرم آواز ٹکرائی تھی۔ ایک لمحے کے لیے راحت کو جلن کا احساس ہوا تھا۔ گھر میں بھی وہ اکثر یہ جملہ سنتا رہتا تھا مگر پھر وہ مسکرانے لگا۔ گذشتہ رات اس نے بھی تو ابو کی خدمت کی تھی۔ ساری رات جاگ کر گزار دی تھی۔ اسے پکا یقین تھا کہ ابو اس کی تعریف میں بھی ایک آدھ جملہ ضرور بولیں گے۔ پھر وہ لمحہ آ گیا جس کا راحت کو انتظار تھا۔

''میرے پاس آؤ بیٹا......'' ابو نے ایک کونے میں کھڑے راحت کو بلایا تھا۔ ''جی ابو جی......'' وہ دوڑ کر ابو کے پاس پہنچا تھا۔ پھر ابو جی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ راحت کی آنکھوں میں آنسو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اُمڈ آئے۔ ایک سیلاب تھا جو بند توڑ کر بہہ نکلنے کو تیار تھا۔ راحت کی آنکھوں کے سامنے موجود منظر دھندلا گیا تھا۔ وہ تو بس ڈبڈبائی آنکھوں سے اتنا ہی دیکھ پا رہا تھا کہ ابو جی کے ہاتھوں میں سو روپے کا ایک کڑکڑاتا ہوا نوٹ تھا اور ابو جی مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"لے لو بیٹا...... خوش ہو کر دے رہا ہوں۔"

"ابو جی......" راحت رو پڑا۔ "یہ تمہارا انعام ہے بیٹا...... تم نے ساری رات میری خدمت میں گزاری ہے۔ انعام پر تمہارا حق تو بنتا ہے ناں......؟" ابو کا لہجہ سوالیہ تھا۔ اب بات راحت اور گھر کے تمام افراد کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ ابو جی نے بہت گہری چوٹ کی تھی۔ یہ چوٹ راحت کے دل پر لگی تھی۔ ایک لمحے میں وہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔

جب وہ بچہ تھا تو گھر میں ایک مکالمہ اکثر چلتا تھا۔ ایک خراب عادت تھی جو اسے جانے کب، کیسے اور کہاں سے لگ گئی تھی۔

"بیٹا...... سبزی والے سے ایک کلو آلو لے آؤ۔" امی راحت کو آواز دیتی تھیں اور سبزی کے پیسے راحت کے حوالے کر دیتی تھیں۔

"میرا انعام......" راحت یہ کام کرنے کا معاوضہ مانگتا تھا۔

مجبوراً امی کو اسے دس روپے کا نوٹ دینا پڑتا تھا۔

"راحت...... میرے فلاں دوست کو یہ کتاب دے آؤ۔" فیضان اسے کام کا کہتا تو وہ بولتا۔

"میرا انعام......" فیضان کو بھی دس روپے ادا کرنے ہی پڑتے۔

"راحت بیٹا...... چلو بازار سے راشن لے آئیں۔" چھٹی والے دن ابو کا معمول تھا۔ ہفتے بھر کی ضرورت کا سامان وہ ایک ساتھ خریدتے تھے۔ اس کے لیے انہیں راحت کی ضرورت ہوتی تھی۔

"میرا انعام......" گھر کے تمام افراد کو اس "انعام" والے مطالبے سے بہت الجھن ہوتی تھی۔ انعام سے زیادہ یہ انہیں "جگا ٹیکس" لگتا تھا، مگر اس جگا ٹیکس کے بغیر راحت کسی کام میں مدد نہیں کرتا تھا۔ مگر آج یہ جگا ٹیکس راحت کو کسی جوتے جیسا محسوس ہو رہا تھا جو ابو نے جانے کس خیال سے گھما کر اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ اب اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس کے فرض کو بھی آج "انعام" کے ترازو میں تولا گیا تھا۔

"لے لو بیٹا...... خوش ہو کر دے رہا ہوں۔" ابو نے دوبارہ کہا۔ وہ راحت کی بدلتی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہے تھے۔

راحت نے کانپتے ہاتھوں سے سو روپے کا نوٹ پکڑ لیا۔ آج اسے انعام کی یہ رقم منوں وزنی محسوس ہو رہی تھی۔

اسپتال سے چھٹی کے بعد تمام افراد باہر نکلے۔ اب انہیں ایک ٹیکسی کی تلاش تھی۔ وہ سب سڑک کنارے کھڑے تھے۔ ایسے میں انہوں نے دیکھا، ایک بوڑھا آدمی بیساکھیوں کے سہارے چلا آ رہا تھا۔ اس کے جسم پر پھٹے پُرانے کپڑے موجود تھے۔ وہ بس ایک لمحے کے لیے ان کے پاس رُکا تھا مگر اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ بس اُمید بھری سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر جانے کے لیے بیساکھیوں کے سہارے قدم اُٹھایا تھا۔

"رُکو بابا......" یہ راحت تھا۔ اس نے سو روپے کا نوٹ بابا جی کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"میرے ابو جی کی سلامتی کے لیے دعا کرنا۔" جانے کیوں راحت سسک پڑا تھا۔ بابا جی کی آنکھیں بھی چمکنے لگی تھیں۔ آج بغیر سوال کیے اللہ کی پاک ذات نے اس کی مدد کی تھی۔

"جیتے رہو بیٹا...... اللہ تیرے ماں باپ کا سایہ ہمیشہ تیرے سر پر سلامت رکھے۔" وہ بھکاری بابا دعائیں دیتا آگے بڑھ گیا۔

راحت نے پلٹ کر دیکھا، ابو جی نے اپنی بانہیں پھیلا رکھی تھیں۔

"ابو جی......" وہ مسکراتے ہوئے ابو جی کی آغوش میں سما گیا تھا۔

"میرا اچھے والا بیٹا......" اس سے اچھا انعام راحت کے لیے اور بھلا کیا ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بلال صفدر قریشی، ساہی وال

میں نیک کام کروں گا اور پورے عالم اسلام میں دین کی خدمت کر کے روشنی پھیلاؤں گا۔

سیدہ زہرہ بانو، راول پنڈی

میں بڑی ہو کر ڈاکٹر بنوں گی اور غریب لوگوں کی خدمت کر کے اپنے والدین اور ملک وقوم کا نام روشن کروں گی۔

ابوذر عدین، گوجرانوالہ

میں استاد بن کر بچوں کو کام یاب انسان بنانا چاہتا ہوں۔

عثمان منور، کراچی

میں بڑا ہو کر آرمی میں شامل ہوں گا اور غریبوں کی مدد کروں گا۔

عائشہ خالد اعوان، حویلیاں، ہزارہ

اپنے ملک کی ترقی کے لیے زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کروں گی اور سی اے کر کے ملک وقوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔

تجیح الحسن، لاہور

میں بڑے ہو کر آرمی ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

احمد زہیر سلیمانی، لاہور

میں بڑا ہو کر سائنس دان بنوں گا اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کروں گا۔

احمد حسن، فیصل آباد

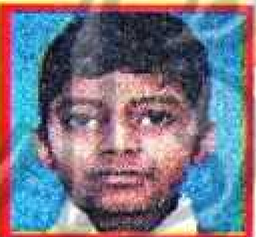

میں بڑے ہو کر فوج میں شامل ہوں گا اور وطن عزیز کی حفاظت کروں گا۔

محمد شہریار خان، واہ کینٹ

میں بڑا ہو کر آرمی آفیسر بن کر ملک کی حفاظت کروں گا۔

محمد شاہ زیب، لاہور

میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا اور دادا دادی اور والدین کا نام روشن کروں گا۔

علی نواز خان، اٹک

میں انجینئر بن کر اپنے ملک کی خدمت کروں گا اور اس کا نام روشن کروں گا۔

عروج فاطمہ، ٹیکسلا

میں ڈاکٹر بن کر ملک وقوم کی خدمت کروں گی۔

محمد ہارون، لاہور

میں عالم دین بن کر اسلام کی خدمت کروں گا۔

حذیفہ ساجد، لاہور

میں بڑا ہو کر کار ڈیزائنر بنوں گا اور کاروں کی ڈیزائنگ کروں گا۔

حسیب جاوید، کراچی

میں بڑا ہو کر سائنس دان بنوں گا اور والدین کا نام روشن کروں گا۔

محمد زکریا، لاہور

میں پائلٹ بن کر ملکی سرحدوں کی حفاظت کروں گا۔

شاہ بہرام انصاری، ملتان

میں بڑا ہو کر جگنو کی طرح روشنی پھیلاؤں گا اور لوگوں کی رہنمائی کرنے کی کوشش کروں گا۔

جانیتا اعظم، لاہور

میں بڑی ہو کر وکیل بننا چاہتی ہوں تاکہ لوگوں کو انصاف دلا سکوں۔

محمد یحییٰ، لاہور

میں ڈاکٹر بن کر دکھی انسانیت کی خدمت کروں گا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حمدِ باری تعالیٰ

تو دو جہاں کا والی — تری شان ہے نرالی
ترا ذکر کر رہی ہے — گلشن کی ڈالی ڈالی
بندوں کو تو نے بخشیں — کیا نعمتیں مثالی
تجھ سے مراد پائے — ہر منگتا ہر سوالی
جاتا نہیں ہے کوئی — ترے در سے ہاتھ خالی
مولا تو خیر رکھنا — چھائی ہے بدلی کالی
اپنے کرم سے کر دے
مری دور خستہ حالی

(محمد شرافت علی ضیاء، اسلام آباد)

استغفار

ابلیس نے طرح طرح کے گناہوں میں اُمتِ محمدیہ کو ملوث کیا، پھر بھی ملعون کہتا ہے کہ اس اُمت کے لوگوں نے میری کمر توڑ ڈالی ہے۔ جب یہ گناہ کرتے ہیں تو فوراً استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ (ظلال افضل، ساہی وال)

مرتبہ

حکیم لقمان ایک دن اپنے شاگردوں کو حکمت و دانائی کا درس دے رہے تھے۔ ایک شخص سامنے آ کھڑا ہوا۔ دیر تک ان کی صورت پر غور کرتا رہا اور آخر پہچان کر بولا۔ "تم وہی ہو ناں، جو فلاں مقام پر میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔"

"ہاں! میں وہی شخص ہوں۔"

تب اس نے حیران ہو کر کہا۔ "تو یہ مرتبہ تمہیں کیوں کر حاصل ہوا؟"

"دو باتوں سے۔ ایک سچ بولنا اور دوسرا بلا ضرورت بات نہ کرنا۔"

(بشریٰ اصغر، لاہور)

ذکرِ الٰہی

ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

"اسلام میں نیک اعمال بہت زیادہ ہیں۔ مجھے ایک بات بتا دیجیے، جسے میں مضبوطی سے پکڑ سکوں۔" آپؐ نے فرمایا: "تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔" (صائمہ کاردار، لاہور)

فصاحت و بلاغت

حضرت علیؓ کے دل میں اپنے صاحب زادے حضرت امام حسنؓ کی بڑی عزت و محبت تھی۔ ایک روز فرمایا: "کبھی تم تقریر کرتے تو میں سنتا۔" کہنے لگے۔ "مجھے شرم آتی ہے، آپؓ کے سامنے زبان کھولوں۔" ایک روز حضرت علیؓ ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں حضرت امام حسنؓ نظر نہ آ سکیں۔ حضرت امام حسنؓ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ حضرت علیؓ سن رہے تھے۔ جب وہ اپنی تقریر ختم کر کے چلے گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: "یہ ایک ہی نسل تو ہے جس میں ایک دوسرے کا فرزند ہے۔" (فخر النساء، لاہور)

دُنیا میں تاریخوں کی ابتداء

امام ابی عساکر نے عبدالعزیز بن عمران سے روایت کیا ہے کہ لوگ ہمیشہ پہلے زمانہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے اُترنے والے دن سے تاریخ مقرر کرتے آئے۔ یہ تاریخ جاری رہی، یہاں تک نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا۔ پھر نوح علیہ السلام کی قوم کے لیے بددعا کرنے والے دن سے تاریخ مقرر ہوئی۔ اس کے بعد طوفان نوح علیہ السلام کے دن سے تاریخ مقرر ہوئی۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کی آگ والے دن سے تاریخ مقرر ہوئی۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نے بیت اللہ کی تعمیر والے دن سے تاریخ مقرر کی۔ پھر کعب بن لوئی کی موت والے دن سے تاریخ مقرر ہوئی۔ اس کے بعد عام الفیل سال سے تاریخ مقرر ہوئی۔ پھر مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت والے دن سے تاریخ مقرر کی، جو اب تک جاری ہے۔

(تفسیر در منثور ج ا ص ۱۷۶) (مفتی محمد معاویہ اسماعیل، مخدوم پور)

روشن خیالات

☆ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ کوئی مسلمان اپنے پڑوسی کا دل خوش کرے۔
☆ کوئی حکومت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں۔
☆ خاک سے بنے انسان میں اگر خاکساری نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

برابر ہے۔
☆ دو آدمیوں کا دل کبھی نہیں بھرتا ایک طالب علم کا اور دوسرا طالبِ مال کا۔
☆ تقدیر ہمیشہ بہادری کا ساتھ دیتی ہے۔
☆ علم کے بغیر انسان کی زندگی ایسی ہے جیسے ایک پھول بغیر رنگ اور خوشبو کے۔
☆ خود اعتمادی، کام یابی کا سب سے بڑا راز ہے۔
☆ لوگوں کی دی ہوئی تکلیفیں خاک پر لکھو مگر لوگوں کی مہربانیاں سنگِ مرمر پر لکھو۔ (نجیبہ جمیل، لاہور)

انمول جواہرات

☆ لالچ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔
☆ علم تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔
☆ انسان کے چہرے کا حسن اللہ تعالیٰ کی عمدہ عنایت ہے۔
☆ یقین کے ساتھ سوئے رہنا، شک کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔
☆ سب سے بڑا عیب وہ ہے جو تم کسی پر وہ عیب لگاؤ جو تم میں خود موجود ہے۔

☆

ماں کی عظمت

☆ ماں کا دل دُکھانا جرم ہے۔
☆ ماں کا دوسرا نام جنت ہے۔
☆ ماں کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔
☆ ماں ایک مشعل راہ ہے، جو ایک راستہ دکھاتی ہے۔
☆ ماں آنکھ کا نور ہے اور دل کا سکون ہے۔
☆ ماں کی محبت پھول سے زیادہ تر و تازہ ہوتی ہے۔
☆ ماں کے بغیر گھر قبرستان کی مانند ہے۔
☆ ماں کا دامن اولاد کے لیے عیبوں سے پاک ہے۔
☆ ماں ایک نغمہ ہے جس کا ترنم زندگی کا احساس دلاتا ہے۔

☆

☆ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نسلوں میں دین باقی رہے تو علما سے محبت رکھو۔
☆ کبھی بھی کسی کی وجہ سے اپنے اساتذہ کرام اور والدین کو بُرا بھلا مت کہو، کیوں کہ انہوں نے تمہاری زندگی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ (محمد بن ذوالفقار علی، اسد اللہ ممتاز حسین)

اقوال زریں

☆ ہر شخص کو اس کے ہنر اور جوہر کے مطابق جگہ دو۔
☆ جاہل لوگوں سے میل جول رکھو گے تو خود بھی جاہلوں جیسے بن جاؤ گے۔
☆ سنو زیادہ اور بولو کم تاکہ تمہیں کچھ حاصل ہو۔
☆ عبادت میں دل کی، مجلس میں زبان کی، غصے میں ہاتھ کی اور دسترخوان پر پیٹ کی حفاظت کرو۔
☆ بے وقوفوں سے دوستی مشکلات میں اضافہ کرتی ہے۔
☆ جس طرح بارش زمین کو تر و تازہ کرتی ہے اسی طرح علماء کی صحبت سے دل زندہ ہوتا ہے۔
☆ اگر بدگمانی کرو گے تو دُنیا میں کوئی ہمدرد نہیں مل سکے گا۔
☆ جس بات کا پتا نہ ہو، منہ سے نہ کہو اور جو پتا ہو اسے دوسروں کو بتانے میں بخل نہ کرو۔ (شمائلہ عباس، تاندلیانوالہ)

اقوال

☆ انسان چاہے کسی رنگ و نسل کا ہو لیکن اس کے خون اور آنسوؤں کا رنگ ایک ہوتا ہے۔
☆ علم حاصل کرو کیوں کہ علم ہی کی وجہ سے انسان، انسان بنتا ہے۔
☆ تعجب کی بات ہے کہ ہم نیند سے محبت کرتے ہیں مگر موت سے نفرت کرتے ہیں۔
☆ زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔
☆ جاگتی آنکھوں سے صرف اس چیز کا خواب دیکھو جو تم حاصل کر سکتے ہو۔ (محمد حفظ الرحمن فاروقی، ڈی آئی خان)

انسان سے بندہ بننے کا نسخہ

انسان سے بندہ بننے کا نسخہ نہایت آسان ہے۔ بس کرنا کچھ یوں ہے کہ جو مل جائے اس پر صبر کر لو اور جو چھن جائے اس پر افسوس نہ کرو۔ جو مانگ لے اسے دے دو۔ دُنیا میں خالی ہاتھ آئے تھے اور خالی ہاتھ جانا ہے۔ جتنی ضرورت ہو اتنا پاس رکھو۔ اگر مفتی ہو تب بھی فتویٰ دینے سے گریز کرو۔ جیسے خدا نے ڈھیل دی ہو اس کا احتساب مت کرو۔ بس ایک بات کا دھیان رکھنا کہ کسی کو خود مت چھوڑنا اور جو جا رہا ہو اسے جانے دینا، لیکن اگر کوئی واپس آ جائے تو اس کے لیے دروازے کھلے رکھنا۔ (صوفیہ شاہد)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

محاورہ کہانی

پیروں میں مہندی لگی ہے

زبیدہ سلطانہ

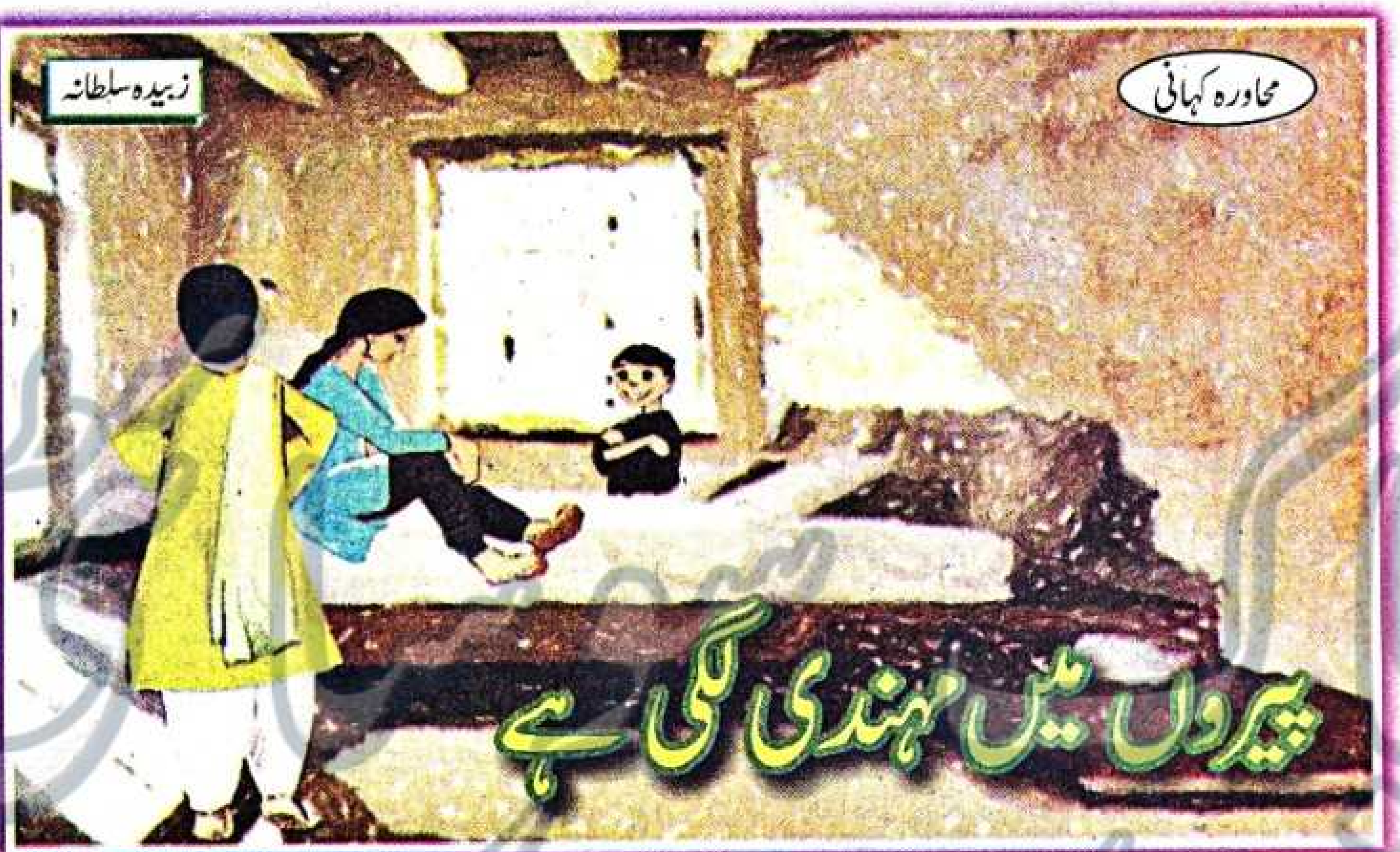

امی نے کمرے سے آواز دی تو نادرہ نے وہیں صحن میں چارپائی پر بیٹھے جواب دیا: ''امی میرے پیروں میں مہندی لگی ہے۔''

''یہ صبح ہی صبح تمہیں کیا سوجھی کہ پیروں میں مہندی لگا کر بیٹھ گئی ہو۔ سو کام پڑے ہیں کرنے کو اور تم ہو کہ اپاہجوں کی طرح بیٹھی ہو پیروں میں مہندی لگا کر!''

امی کے خفا ہونے پر نادرہ شرمندہ سی ہو کر ہنسنے لگی۔ وہ صبح ناشتے سے فارغ ہو کر نکلی تو اچانک اس کی نظر اس پیالے پر پڑی جو رات دادی اماں نے سر پر مہندی لگانے کے بعد رکھا تھا۔ وہ مزے سے بچی ہوئی مہندی پیروں میں لگا کر بیٹھ گئی۔ اسے کیا خبر تھی کہ آج چھٹی کے دن امی نے اس کے لیے کئی کام اُٹھا رکھے ہیں۔

''چلو زاہد تم اِدھر آؤ، مجھے یہ برتن اُٹھا کر دیتے جاؤ۔'' انہوں نے الماری میں سے سارے برتن نکال کر صاف کیے تھے اور اب انہیں واپس رکھ رہی تھیں۔ زاہد نے شرارت بھری آواز میں جواب دیا۔ ''امی! میرے پیروں میں بھی مہندی لگی ہے۔''

بہن نے ہنس کر کہا: ''چل شریر کہیں کا! جا امی کا ہاتھ بٹا دے، اچھا بھائی جو ہوا!'' اور زاہد، امی کے پاس چلا گیا۔

اگلے روز سہ پہر کے وقت نادرہ اسکول کا کام کر رہی تھی کہ امی نے کسی کام کے لیے آواز دی۔ نادرہ کی بجائے قریب بیٹھا ہوا زاہد پکار اُٹھا۔ ''امی جی! ان کے پیروں میں مہندی لگی ہے۔''

نادرہ کو غصہ آ گیا اور وہ خفا ہو کر بھائی کو جھڑکنے لگی: ''بکواس نہ کرو! تم نے یہ میری چڑ بنا لی ہے...... پیروں میں مہندی لگی ہے!'' وہ اس کی نقل اُتار کر بولی۔

''تو میں کوئی جھوٹ کہتا ہوں، یہ دیکھ لو، لگی ہوئی ہے کہ نہیں مہندی۔'' وہ اس کے مہندی سے رنگے سرخ پیروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ اس پر نادرہ ہنسنے لگی۔ پیارے بچو! جب کوئی کہیں جانے میں بہانہ، عذر یا سستی کرتا ہے تو یہ محاورہ کہتے ہیں کہ کیا تمہارے پیروں میں مہندی لگی ہے؟ ☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

ورلڈ تھیٹر ڈے

تفریح کے لیے دُنیا بھر میں تھیٹرز (Theatres) موجود ہیں جہاں رنگا رنگ تقاریب اور ڈرامے کیے جاتے ہیں۔ دُنیا بھر میں

ہر سال 27 مارچ کو ورلڈ تھیٹر ڈے (World Theatre Day) منایا جاتا ہے تاکہ عوام الناس تفریح کے اس ذریعہ سے آگاہی اور اہمیت سے واقف ہو جائیں۔ کینیڈا کے "Younge Street' 189" ٹورنٹو شہر میں دُنیا کا بہت بڑا تھیٹر موجود ہے جسے ایلجن اینڈ ونٹر گارڈن تھیٹر (Elgin & Winter Garden Theater) کہا جاتا ہے۔ اسے 1913ء میں کھولا گیا۔ "Thomas W. Lamb" اس پُرشکوہ عمارت کے آرکیٹیکچر ہیں۔ عمارت کی تعمیر میں سونا اور ماربل استعمال ہوا ہے۔ چھت پر باغ ہے، اس لیے گارڈن تھیٹر پکارا جاتا ہے۔ خاموش فلمیں اور بولتی فلموں کے دونوں ادوار اس تھیٹر نے دیکھے ہیں۔ عمارت میں میوزیکل پروگرام کے لیے ہال بھی موجود ہے۔ مرکزی ہال کی دیواروں پر بڑی بڑی آئل پینٹنگز لگی ہیں۔ یہ دُنیا کا سب سے بڑا ڈبل ڈیکر تھیٹر ہے۔ 1981ء سے اس تھیٹر کو "Ontario Heritage" ٹرسٹ نے خرید لیا ہے۔ عمارت کے در و دیوار پر بنی رنگ برنگی تتلیاں دل موہ لیتی ہیں۔

تلور

تلور (Houbara Bustard) پرندوں کی دُنیا میں خاص مقام رکھتا ہے کیوں کہ قدیم زمانے سے دُنیا میں موجود ہے۔ اس کا سائنسی نام "Chlamydotis Undulata" ہے جب کہ کلاس

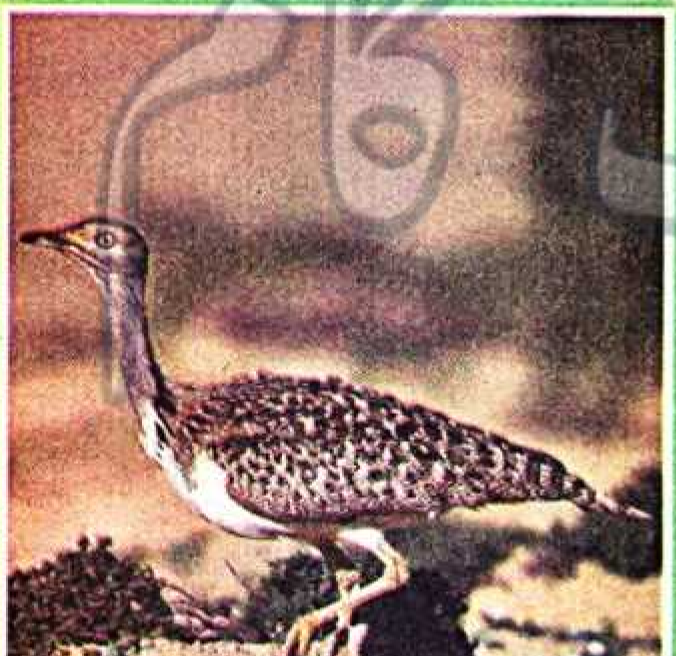

اے ویز (Aves) ہے۔ یہ خوب صورت رقص کرنے والا پرندہ مصر، شام، ایران، پاکستان، ازبکستان، بھارت اور چین میں پایا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی 55 سے 65 سینٹی میٹر (22 تا 26 انچ) جب کہ پروں کا پھیلاؤ 135 سے 170 سینٹی میٹر (53 تا 67 انچ) ہوسکتا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے۔ یہ اوپر سے بھورا اور نیچے سے سفید رنگت رکھتا ہے جب کہ گردن پر سیاہ دھبے بھی ہوتے ہیں۔ نر اور مادہ تلور کی جسامت میں فرق ہوتا ہے۔ نر کی کمیت (Mass) 1.15 سے 2.4 کلوگرام جب کہ مادہ تلور کی کمیت 1.17 سے 3.7 کلوگرام ہوتی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ لگ بھگ 25 ہزار سال سے یہ پرندہ زمین پر موجود ہے۔ بیج اور حشرات شوق سے کھاتے ہیں۔ مسلسل شکار سے یہ پرندہ معدومی (extinct) کا شکار ہوسکتا ہے۔

سوائن فلو

سوائن فلو (Swine Flu) کو پگ فلو (Pig Flu) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ انفلوائنزا (Influenza) وائرس سے پھیلتا ہے۔ اس وائرس کی سات اقسام ہیں۔ یہ وائرس سؤر پر بھی حملہ کر کے بیماری پیدا کرتا ہے۔ تاہم اس کی چند اقسام نے انسانوں میں

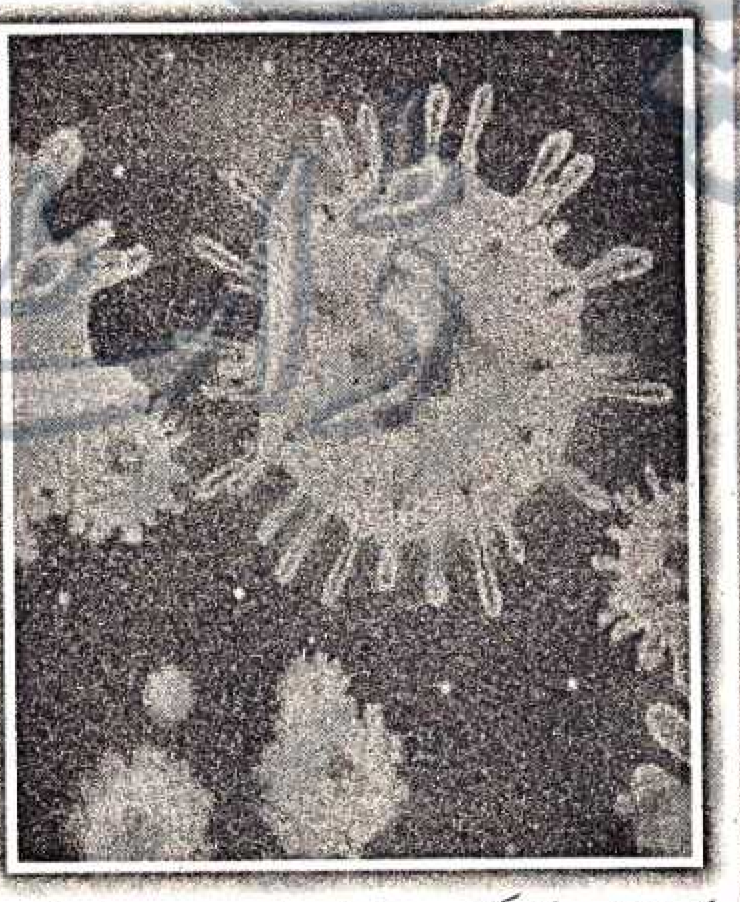

بھی بیماری پیدا کر رکھی ہے۔ یہ وائرس انسان سے دوسرے انسان کو ہاتھ ملانے، تولیہ استعمال کرنے، چھینک سے، بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانے سے، متاثرہ شخص کے بند گاڑی یا کمرے میں چھینکنے اور بلغم تھوکنے سے منتقل ہوتا ہے۔ مریض کو سردی لگتی ہے۔ بخار، گلے میں درد، عضلات میں تناؤ، سر درد، کھانسی، کمزوری و نقاہت اور طبیعت میں بے چینی، ناک میں جلن، چھینکیں وغیرہ سوائن فلو کی علامات ہیں۔ یورپ میں لوگوں کو سؤر کا گوشت کھانے اور سؤر پالنے سے بھی یہ وائرس منتقل ہو جاتا ہے۔ اس بیماری میں آرام کرنا چاہیے اور ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرنے سے بچت ہے، وگرنہ موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ یہ وائرس دُنیا بھر میں پایا جاتا ہے۔ انسانوں کو عموماً انفلوائنزا وائرس A (جسے $H_1 N_1$ بھی کہتے ہیں) نقصان پہنچاتا ہے۔

وینس

عطارد کے بعد سورج کے نزدیک ترین سیارہ (Planet) وینس (Venus) ہے۔ وینس کا کوئی قدرتی سیٹلائیٹ نہیں جب

کہ اس سیارے کا قطر (Diameter) 12092 کلومیٹر ہے۔ یہ سیارہ، سورج سے 108.2 ملین کلومیٹر کی دُوری پر ہے۔ اس کی سطح 460.2 ملین کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ چاند کے بعد اُفق پر سب سے چمک دار سیارہ وینس ہے۔ سیارے کے ارد گرد 96 فی صد کاربن ڈائی آکسائیڈ پائی جاتی ہے۔ اسی طرح نظام شمسی (Solar System) کا گرم ترین سیارہ بھی یہی ہے۔ کبھی یہاں سمندر تھے جو اب خشک ہو چکے ہیں۔ یہ سیارہ ہماری زمین سے 650 کلومیٹر چھوٹا ہے لیکن یہاں ہماری زمین کی طرح چٹانیں اور ریتلے علاقے موجود ہیں۔ اس سیارے کا نام ایک رومن دیوی کے نام پر ہے جو حسن اور محبت کی علامت تھی۔ وینس سیارے پر کئی کہانیاں اور شاعری بھی لکھی گئی ہے۔ ☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ننھے قارئین

بوجھو تو جانیں

1- شیشوں کی کوٹھڑی کانٹوں کی باڑ
سفید کالا رنگ ہے اندر سے یار

2- اک پرزہ جو لے کر آیا
جو مانگا سو اس نے پایا

3- فٹ بھر ہے اس کی لمبائی
کل دنیا اس میں ہے سمائی

4- ایک گاڑی گیارہ ڈبے
ہر ڈبے میں تیس تیس مسافر

(بلال سیفی)

5- ایک دادا کے سو پوتے
چلتے پھرتے ہیں سب ساتھ

سومنہ عامر حجازی، لاہور

6- بچوں کا وہ پیارا ہے
ہر مہینے گھر وہ آتا ہے

7- پڑھتے ہیں شوق سے اسے
سیکھتے ہیں ہم بہت کچھ اس سے
کیا جانو وہ کیسا ہے
جیسا دیکھوں ویسا ہے

حیدر علی حجازی، لاہور

8- ایک ہندسہ ایسا
اُلٹا کر دیکھو پھل جیسا

9- لائے تھے ہم ہری ہری
بعد میں دیکھا لال پری

شمائلہ ناز، میانوالی

جوابات: 1- آنکھ 2- کرنسی نوٹ 3- نقشہ 4- سال کے مہینے
5- تسبیح 6- تعلیم و تربیت 7- آئینہ 8- میں 9- مہندی

اس تصویر میں دس چیزیں ایسی ہیں جن کے نام
کا پہلا حرف م ہے۔ بتاؤ وہ کون سی چیزیں ہیں؟

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہول چکن پوٹیٹو پلاؤ

اجزاء:

ثابت چکن: ایک عدد	آلو: آدھا کلو	چاول: ایک کلو	ٹماٹر: ایک پاؤ
ہرا دھنیا: ایک گٹھی	دار چینی: ایک ٹکڑا	زردے کا رنگ: ایک چٹکی	تیز پتے: دو عدد
چھوٹی الائچی: چھ عدد	ہری مرچ: پچاس گرام	تیل: آدھا کپ	نمک: ایک چائے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ: ایک کھانے کا چمچ	کالا زیرہ: دو چائے کے چمچ		

ترکیب:

آدھا کپ تیل گرم کر کے اس میں ایک عدد چکن اور آدھا کلو آلو ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ جب چکن کا پانی خشک ہو جائے تو اس میں ایک چٹکی زردے کا رنگ تھوڑے پانی میں گھول کر ڈالیں اور اچھی طرح چمچ ہلائیں۔ اب اس میں دو چائے کے چمچ کالا زیرہ، چھ عدد چھوٹی الائچی، ایک ٹکڑا دار چینی، دو عدد تیز پتے، ایک کھانے کا چمچ ادرک لہسن کا پیسٹ اور ایک چائے کا چمچ نمک ڈال دیں۔ جب وہ اچھی طرح بھن جائے تو اس میں دو گلاس پانی، پچاس گرام ہری مرچ اور ایک پاؤ ثابت ٹماٹر ڈال کر ہلکی آنچ پر آدھے گھنٹے کے لیے پکائیں۔ اس کے بعد بھیگے ہوئے ایک کلو چاول اور حسبِ ضرورت پانی شامل کریں۔ جب چاول کا پانی خشک ہو جائے تو انہیں دس منٹ دم پر رکھیں اور چولہا بند کر کے ایک گٹھی ہرا دھنیا ڈال دیں۔

لاهوری مرغ چھولے

اجزاء:

سوکھی میتھی: ایک چائے کا چمچ	کالی مرچ ثابت: چار عدد	دھنیا پاؤڈر: ایک چائے کا چمچ	کالی مرچ پسی ہوئی: آدھا چائے کا چمچ
چکن (14 ٹکڑے): ڈیڑھ کلو	چھولے: ایک پیالی	تیل: ایک پیالی	باریک کٹی پیاز: دو عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ: ایک کھانے کا چمچ	باریک کٹی ادرک: ایک کھانے کا چمچ	پسی لال مرچ: ایک کھانے کا چمچ	میٹھا سوڈا: آدھا چائے کا چمچ
مسور کی دال: دو کھانے کے چمچ	نمک: حسبِ ذائقہ	پسا گرم مصالحہ: ایک چائے کا چمچ	بھنا اور پسا سفید زیرہ: ایک چائے کا چمچ

ترکیب:

ایک دیگچی میں ایک پیالی تیل گرم کر کے دو عدد باریک کٹی پیاز گولڈن براؤن کریں اور ڈیڑھ کلو چکن کے 14 ٹکڑے ڈال کر پانی خشک کر لیں۔ اب اس میں ایک کھانے کا چمچ ادرک لہسن کا پیسٹ، ایک چائے کا چمچ ہلدی، ایک کھانے کا چمچ پسی لال مرچ، ایک چائے کا چمچ پسا گرم مصالحہ اور حسبِ ذائقہ نمک شامل کر کے ہلکا سا بھون لیں۔ پھر ایک پیالی بھیگے ہوئے چنوں کا پانی نکال کر دوبارہ تین سے چار گلاس پانی اور دو کھانے کے چمچ مسور کی دال ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب اس میں جوش آ جائے تو آدھا چائے کا چمچ میٹھا سوڈا شامل کر دیں۔ پھر چھولے گلنے اور دال کے ساتھ یک جان ہونے کے بعد چولہا بند کر دیں۔ اس کے بعد بھنی ہوئی چکن کے ٹکڑوں میں تین عدد ٹماٹر کاٹ کر شامل کریں اور ہلکا سا بھون کر دو پیالی پانی ڈال دیں۔ جب جوش آ جائے تو اس میں چھولے ایک کھانے کا چمچ باریک کٹی ادرک اور ایک چائے کا چمچ بھنا اور پسا سفید زیرہ ڈال کر ہلکی آنچ پر دم پر رکھیں۔ جب تیل اوپر آ جائے تو تیار مرغ چھولے گرم گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مور: دنیا کا خوبصورت پرندہ

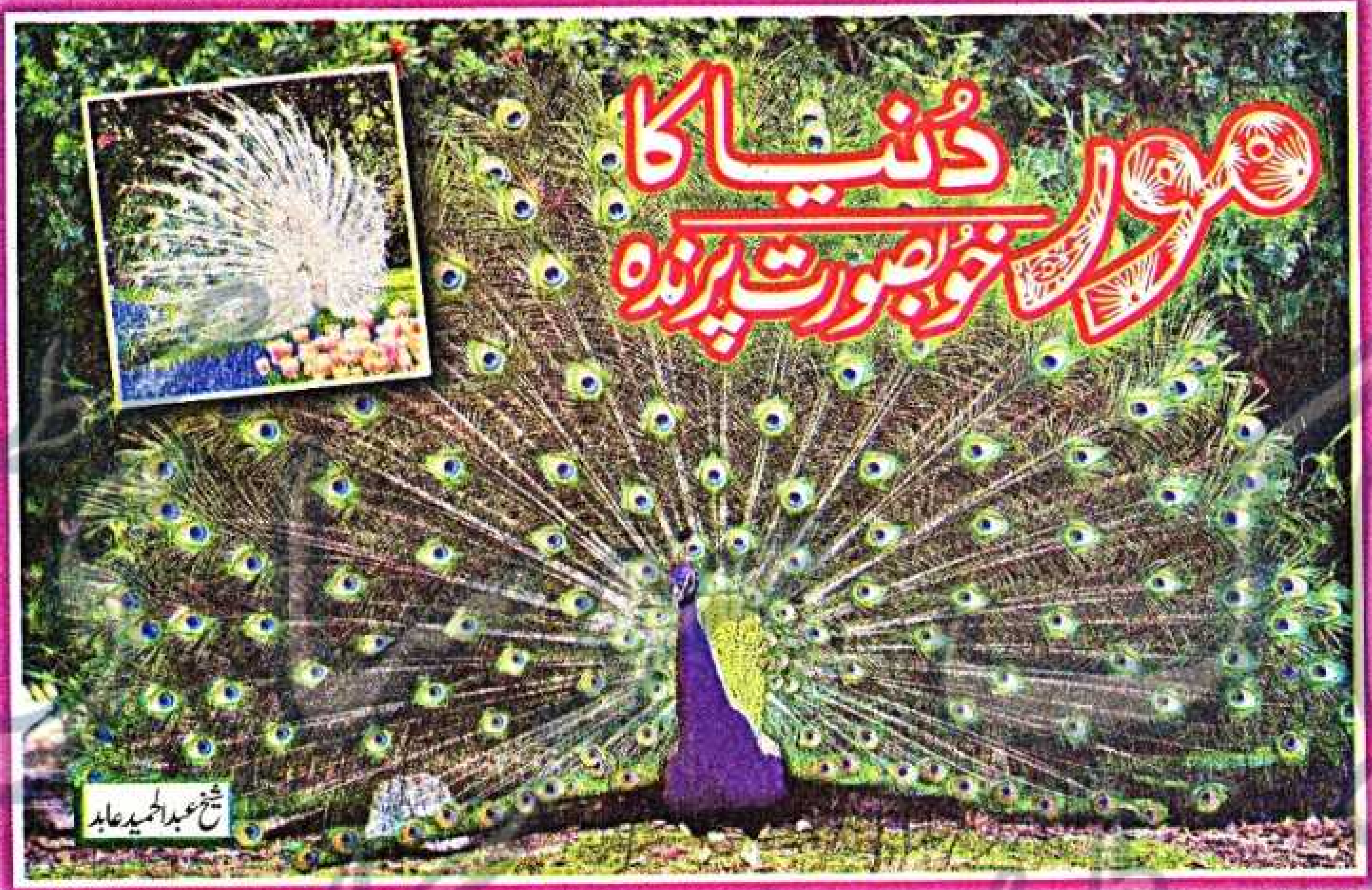

شیخ عبدالحمید عابد

ساتھیو! آپ نے چڑیا گھر میں مور تو ضرور دیکھا ہوگا۔ یہ انسان کا بہت ہی پُرانا ساتھی ہے جو ہزاروں سال سے انسان کے ساتھ رہتا چلا آرہا ہے۔ یہ پُرانے زمانے سے چند خاص ملکوں میں پایا جاتا ہے جن کے نام یہ ہیں: برما، جاوا، سری لنکا، ملایا، کانگو، بھارت اور ہمارے پیارے ملک پاکستان میں۔

مور، تیتر و بٹیر اور چکور وغیرہ کے خاندان کا ایک پرندہ ہے۔ اس خاندان میں پرندوں کی ایک سو اسّی (180) سے زیادہ قسمیں ہیں۔ ایشیا کے علاوہ یورپ اور امریکا میں بھی ملتا ہے لیکن یہ خالص ایشیائی پرندہ ہے۔ نر کی دُم پنکھے کی شکل کی ہوتی ہے جس پر گول چمک دار نیلے، زرد اور سبز رنگ کے پھول بنے ہوتے ہیں۔ جب یہ دُم پھیلا کر ناچتا ہے تو بہت بھلا لگتا ہے۔

اٹلی میں ویٹی کن کے عجائب گھر میں مور کے ایسے پُرانے مجسمے رکھے گئے ہیں جو ہزاروں سال پُرانے کھنڈروں کی کھدائی کرنے پر ملے تھے۔ ان میں پیتل اور مٹی کے بنے ہوئے مور بھی شامل ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مور کئی ہزار سال پہلے بھی پایا جاتا تھا۔

مور کو اس کی شکل وصورت، رنگوں اور نشانات کی وجہ سے الگ الگ قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ آیئے آپ کو ان سے ملوائیں۔

1- نیلا یا برصغیر (پاکستان اور بھارت) کا مور

2- سیاہ پَروں والا مور

3- سفید مور

4- پائڈ مور

5- سبز مور، اس کی ذیلی قسمیں جاوا کا مور ہند وچینی (انڈو چائنا) اور مغربی برما کا مور ہیں۔ بقیہ دوسری قسموں میں زمردیں یا اسپالڈنگ مور اور کونگو مور شامل ہیں۔

برصغیر کے مور کے سر پر پنکھے نما تاج ہوتا ہے جو نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس پر جو دھبے ہوتے ہیں وہ سبزی مائل نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ سر بے داغ چمکیلا نیلگوں ہوتا ہے، جس پر نرم اور صاف جلد ہوتی ہے۔ گردن صاف چمکیلے نیلے رنگ کی ہوتی ہے۔ پیٹ ہلکا بھورا اور پیٹھ سنہری ہوتی ہے جو سبز رنگ میں بدل جاتی ہے۔ ان میں مختلف رنگ کے پَر ملے ہوتے ہیں جو کچھ سیاہ بھی ہوتے ہیں جب کہ سب سے اوپر کے پَر نیلے سیاہ ہوتے ہیں۔

مور کی چونچ سینگ کی طرح کے مادے کی بنی ہوتی ہے جو سرمئی رنگ کی ہوتی ہے۔ ٹانگیں اور پنجے ہلکے سرمئی یا سفید ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مور کی لمبائی تقریباً پونے دو میٹر سے سوا دو میٹر تک ہوتی ہے۔

دُم کسی بھی جانور کی ہو پسند نہیں کی جاتی لیکن مور شاید واحد پرندہ ہے جس کی دُم اسے خوب صورت بناتی ہے۔ دُم تقریباً ڈیڑھ میٹر لمبی ہوتی ہے۔ مور کی دُم کے اوپر کے پَر دھاتی رنگ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ہوتے ہیں جو تانبہ اور کانسی کے ملے جلے رنگ سے سنہرے اور پھر گہرے سبز رنگ میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جن پر نہایت خوب صورت نشانات ہوتے ہیں۔ ان کو مور کی دُم پر واقع ''آنکھیں'' کہتے ہیں۔ ان آنکھوں کی تعداد ایک دو نہیں دو سو بیس (220) تک ہوتی ہیں۔

جاوا کے سبز مور بھارت کے نیلگوں یا سفید موروں کے مقابلے میں زیادہ قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ خاصے نازک مزاج ہوتے ہیں اور سردی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے خیال کیا جاتا ہے کہ ان کو ان کے آبائی علاقے سے کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔ اگر لے جانا پڑے تو ان کو گرم جگہ پر رکھنا پڑے گا۔

مور کی خوراک دانہ دُنکا ہے۔ اسے مختلف قسم کے اناج مثلاً گندم، جو اور مکئی وغیرہ کھلائے جا سکتے ہیں۔ گھونگے کا خول بھی مور چٹ کر جاتا ہے۔ سانپ کا تو کہنا ہی کیا۔ ادھر سانپ بل سے باہر نکلا، ادھر مور نے اس پر اپنے دانت بلکہ چونچ تیز کی۔

مور کو جو اناج دیا جاتا ہے، اس میں سبزیاں جیسے آلو، گاجر، مٹر وغیرہ بھی ملا کر دیئے جا سکتے ہیں۔ چاول بھی کھلائے جا سکتے ہیں۔ پھل بہت شوق سے کھاتا ہے۔

موروں کو اس دُنیا میں سب سے زیادہ خطرہ بلی کے خاندان سے ہوتا ہے۔ شیر اور چیتے تو خاص طور پر ان کی تاک میں رہتے ہیں۔ پرندے ان کو دیکھ کر جنگل میں شور مچا کر جانوروں کو خبردار کر کے بھگا دیتے ہیں کہ بھاگو شیر یا چیتا آ گیا ہے۔ اس کے علاوہ جنگلی کتے اور بڑے سانپ بھی ان کو نہیں چھوڑتے۔ ایسی صورت میں مور کے بھاگ جانے کا منظر بہت ہی دل چسپ ہوتا ہے۔ اس وقت بہت تیز اُڑتا ہے اور اس طرح اپنی جان بچا لیتا ہے۔

مور اپنے اور اپنے بچوں کے لیے ایک عمدہ قسم کا گھونسلا بناتا ہے۔ یہ اُونچے اُونچے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں ان کی جڑوں کے پاس اپنا گھر بناتے ہیں۔ مورنی قریبی میدان میں انڈے دیتی ہے جن کی تعداد آٹھ سے دس تک ہوتی ہے، جو بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ مورنی ان انڈوں کو کھلے میدان میں دیتی ضرور ہیں لیکن ان کو اچھی طرح چھپا کر بھی رکھتی ہیں کہ کوئی دوسرا جانور انہیں چٹ نہ کر جائے یا انسان ہی اُٹھا کر نہ لے جائے۔ اس کے لیے وہ گھنی جھاڑیوں میں جگہ بناتی ہیں یا پھر انڈے دے کر لکڑیوں،

پتوں سے چھپا دیتی ہیں۔ انڈوں سے جو بچے نکلتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کی طرح نہیں ہوتے۔ ان کو پورے مور بننے میں تین سال لگ جاتے ہیں۔

بعض ملکوں میں مور کے گوشت سے مزے مزے کے کھانے تیار کیے جاتے ہیں۔ ایک زمانے میں مور کے گوشت کو خاص ڈش کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ نواب قسم کے لوگ مور پالتے بھی ہیں۔ اب تو مرغی فارم، بٹیر فارم کی طرح مور فارم بھی بن رہے ہیں۔

مور کی یادداشت بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ اپنا ٹھکانہ نہیں بھولتا۔ امریکہ میں ایک آدمی نے سیاہ شانوں والے مور کا بچہ پال رکھا تھا۔ اس کا نام سام رکھا تھا۔ ایک دن وہ بچہ گھر سے نکل کر غائب ہو گیا۔ اس نے بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ آخر کافی دنوں بعد ایک روز انہیں گھر سے باہر کسی مور کے بولنے کی آواز آئی۔ باہر نکل کر دیکھا ان کا وہی مور کا بچہ پورا مور بن کر آ چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مور اپنے گھر سے محبت کرتا ہے اور اسے بھولتا نہیں۔

ہمارے وطن پاکستان میں بھی بہت سے خوب صورت مور پائے جاتے ہیں۔ کلر کہار کے علاقے میں مور آزادی کے ساتھ گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ مور مستی میں آ کر ناچتا ہے تو بہت خوب صورت لگتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پروں پر بہت سی آنکھیں بنا دی ہیں۔

☆☆☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دینا پڑے کچھ ہی ہرجانہ سچ ہی لکھتے جانا
مت گھبرانا مت ڈر جانا، سچ ہی لکھتے جانا
باطل کی منہ زور ہوا سے جو نہ کبھی بجھ پائیں
وہ شمعیں روشن کر جانا سچ ہی لکھتے جانا

☆

رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا
ہم یاد خدا کرتے ہیں کر لے نہ خدا یاد

(عامرہ، زہرہ، ملتان)

وہ مجھ سے بچھڑ کر اب تک رویا نہیں غالب
کوئی تو ہے ہم درد جو اسے رونے نہیں دیتا

☆

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

(عمران رانا، کراچی)

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

☆

دعا تو دل سے مانگی جاتی ہے، زبان سے نہیں اے اقبال
قبول تو اس کی بھی ہوتی ہے، جس کی زبان نہیں ہوتی

(علی عبداللہ قوم، ننکانہ صاحب)

اب کس سے کہیں اور کون سنے جو حال تمہارے بعد ہوا
اس دل کی جھیل سی آنکھوں میں اک خواب بہت برباد ہوا
یہ ہجر ہوا بھی دشمن ہے، اس نام کے سارے رنگوں کی
وہ نام جو میرے ہونٹوں پر خوشبو کی طرح آباد ہوا

(صباحت رانا، لاہور)

یارانِ جہاں کہتے ہیں کشمیر ہے جنت
جنت کسی کافر کو ملی ہے نہ ملے گی

(نجم السحر، ملک وال)

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو، تو نہیں خطرۂ افتاد

(مقدس چوہدری، راول پنڈی)

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

(حسن رضا مختار، فیصل آباد)

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

(حذیفہ ساجد، لاہور)

کس قدر آسانی سے وہ ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیتا ہے
ہنس کر بولنا جس کا معمول ہو جائے

☆

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(ثمن رؤف، لاہور)

نہ تو زمیں کے لیے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

(سارا ارشد، سرگودھا)

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

(محمد احمد خان غوری، جوریہ غوری، بہاول پور)

عمل سے بنتی ہے زندگی جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(محمد عبداللہ تنویر، لاہور)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آئی بہار

چھا گئی چھا گئی چمن پہ بہار
پتے پتے پہ آ گیا ہے نکھار

پھول ہی پھول مسکراتے ہیں
سرخ تارے سے جھلملاتے ہیں

ڈالیاں جھومتی ہیں رہ رہ کر
گھاس کو چومتی ہیں رہ رہ کر

ایک پتلی سی بیل پھولوں کی
آسماں کے قریب جا پہنچی

ایک جانب ہے شیشموں کی قطار
اور ہیں دوسری طرف دیودار

جھنڈ ہے اس طرف کھجوروں کا
میلا سا لگ رہا ہے حوروں کا

وہ اچھلتا ہے ایک فوارہ
وہ ابلتا ہے نور کا دھارا

ننھی چڑیا پھدک رہی ہیں کہیں
بند کلیاں مہک رہی ہیں کہیں

اس طرف ہے بہار پھولوں کی
اس طرف ہے قطار جھولوں کی

کوئلیں کوکتی ہیں کُو کُو کُو !
قمریاں ذکر کرتی ہیں یا ہُو

شہد کی مکھیاں جب آتی ہیں
پھولوں کو لوریاں سناتی ہیں

ٹھنڈے جھونکے ہوا کے آتے ہیں
چھیڑ کر دل کو گدگداتے ہیں

گیت گاؤں کہ جی کو بہلاؤں
سوچتا ہوں پڑھوں کہ سو جاؤں

رفیق احمد خاں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING

کسان کی خواہش

سید انیس احمد

کسی دُور دراز گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ اس کا ایک کھیت تھا جس میں وہ مختلف قسم کی سبزیاں کاشت کرتا اور جب سبزیاں پک جاتیں تو وہ منڈی میں جا کر فروخت کر دیتا۔ اس طرح جو رقم ملتی اس سے کسان اور اس کی بیوی گزر بسر کرتے تھے۔ دُنیا میں کسان کا بیوی کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ وہ اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا تھا۔ وہ ایک محنتی کسان تھا۔ ہر روز منہ اندھیرے اٹھتا، نماز اور ناشتے سے فارغ ہو کر سیدھا اپنے کھیت کا رُخ کرتا۔ سارا دن کھیت میں کام کرتا اور شام ڈھلے گھر لوٹ آتا۔ اس کا گھر اگرچہ چھوٹا سا تھا مگر کھیت کی طرح اس کی ذاتی ملکیت تھا۔ کسان اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرتا تھا۔ اس کی بیوی گھر کی ہر چیز کا بڑا خیال رکھتی تھی۔ کھانا پکانے سے لے کر گھر کی ہر چیز سے اس کی سلیقہ شعاری ظاہر ہوتی تھی۔ کسان اور اس کی بیوی اپنی چھوٹی سی دُنیا میں خوش تھے مگر ایک مسئلہ تھا۔ ان کی شادی کو کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ کسان کی خواہش تھی کہ اس کے گھر بیٹا پیدا ہو جو جوان ہو کر اس کے بڑھاپے کا سہارا بنے۔ اسی کی طرح محنتی ہو۔ گھر بار اور کھیت کا کام کاج سنبھالے تاکہ کسان بڑھاپے میں اپنی باقی زندگی آرام و سکون سے گزار سکے۔ وہ ہر نماز کے بعد بھی بیٹے کے لیے دعا ضرور کرتا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اسے چاند سا بیٹا عطا کر دیا۔ کسان اور اس کی بیوی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کسان کے تو گویا دل کی کلی کھل گئی تھی۔ دونوں میاں بیوی اپنے اکلوتے بیٹے پر جان چھڑکتے تھے۔ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کسان کو ایک بیٹے سے نواز دیا تھا، گویا کسان کی آدھی خواہش پوری ہو گئی تھی۔ باقی آدھی خواہش ابھی پوری ہونی تھی اور وہ یہ تھی کہ اس کا بیٹا بڑا ہو کر اس کے بڑھاپے کا سہارا بنے گا، جیسے کسان اب محنت سے کھیت میں کام کرتا ہے۔ جوان ہو کر اس کا بیٹا کام کرے گا، پھر وہ خود آرام اور بے فکری سے اپنی زندگی گزارے گا۔ اب وہ اور زیادہ محنت سے کام کرنے لگا تھا۔ کسان کی بیوی تو ابھی سے اپنے بیٹے کے سر پر شادی کا سہرا سجانے کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ اس نے اس کا اظہار کسان سے کیا تو کسان بولا۔ ”اری نیک بخت! بیٹے کو جوان ہو کر کام کاج تو کرنے دو، پھر ہم اس کی شادی بھی کر دیں گے۔“ اب جوں جوں وقت گزرنے لگا، کسان کا بیٹا بڑا ہونے لگا۔ کافی وقت گزر گیا تو بیٹا بھی اتنا بڑا ہو گیا کہ کسان اسے اپنے ساتھ کام پر لے جانے لگا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور جو کام وہ کرتا تھا، اپنے بیٹے کو پیار سے سکھانے اور سمجھانے لگا مگر بیٹا کسان کا کام سیکھنے اور سمجھنے میں کاہلی اور سستی دکھانے لگا۔ وہ دل جمعی سے کام نہیں کرتا تھا اور جلدی گھر بھاگ آتا تھا۔ کسان نے سوچا کہ کوئی بات نہیں آہستہ آہستہ دل لگا کر کام کرنے لگے گا۔

کسان تو حسب معمول صبح سویرے کام پر چلا جاتا مگر اس کا بیٹا دن چڑھے تک سوتا رہتا۔ اپنی مرضی سے اُٹھتا۔ ماں کو منت سماجت کر کے اسے کام پر بھیجنا پڑتا تھا۔ وہ گھر سے نکل تو جاتا لیکن جب جی میں آتا کہ آج کام پر نہیں جانا تو وہ آوارہ گردی کرنے اِدھر اُدھر نکل جاتا تھا۔ کبھی کبھار وہ کام پر چلا بھی جاتا تھا مگر جیسے اس کے کسان باپ نے سوچا تھا دل لگا کر کام نہیں کرتا تھا۔ اکثر باپ کو بتائے بغیر جلدی واپسی کی راہ لیتا تھا۔ شام کو جب کسان تھکا ہارا گھر لوٹتا تو بیوی سے اپنا دکھ بانٹتا کہ جیسے اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں سوچا تھا، بیٹا ایسا نہیں ہے۔ وہ گاؤں کے دوسرے کسانوں کے بیٹوں کو کام کاج کرتے دیکھتا تو اس کا دل اپنے بیٹے کے بارے میں سوچ کر دکھی ہو جاتا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ اس کا بیٹا سدھر جائے اور روزی روٹی کمانے لگ جائے تاکہ اسے بڑھاپے میں چین نصیب ہو سکے۔ بیٹا جیسا بھی تھا کسان کو اس سے پیار بھی تھا۔ پیار کیوں نہ ہوتا، اللہ نے اس کی شادی کے کتنے سالوں بعد تو اسے عطا کیا تھا۔ اب وہ جوان ہو کر نکما اور نکھٹو نکلے گا یہ تو کسان نے سوچا بھی نہیں تھا۔

گاؤں کے ساتھ ایک چھوٹا سا جنگل بھی تھا۔ کسان کا نکھٹو بیٹا اکثر وہاں چلا جاتا تھا اور دیر تک وہاں رہتا تھا۔ ایک روز وہ جنگل میں آیا۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور جنگل کے درخت جھوم رہے تھے۔ کسان کا بیٹا ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس کے بالکل سامنے تھوڑے سے فاصلے پر دوسرا درخت تھا جس کی ایک مضبوط شاخ پر کسی پرندے نے گھاس پھونس کا گھونسلہ بنا رکھا تھا۔ کسان کے بیٹے نے ذرا غور سے دیکھا تو اسے اس گھونسلے میں کسی پرندے کے دو بچوں کے ننھے ننھے سر نظر آئے۔ وہ بچے ہلکی ہلکی آوازیں بھی نکال رہے تھے۔ کچھ دیر بعد کسان کے بیٹے نے دیکھا کہ ایک خوب صورت پرندہ اُڑتا ہوا اس گھونسلے میں آیا اور اپنی چونچ میں دبی کوئی چیز ننھے ننھے بچوں کی چونچوں میں ڈالنے لگا جو دونوں بچے کھانے لگے۔ کسان کے بیٹے نے سوچا، یقیناً یہ پرندہ اپنے بچوں کے لیے کہیں سے دانہ دنکا چگ کر لایا ہے اور اب اپنے بچوں کو کھلا رہا ہے۔ کسان کے بیٹے کو یہ منظر بڑا اچھا لگا۔ وہ پرندہ تین چار بار اپنے گھونسلے سے اُڑ کر کہیں گیا اور کچھ دیر بعد واپس آ کر اپنے بچوں کے منہ میں دانہ دنکا ڈالتا۔ کسان کا بیٹا اس منظر میں کھو گیا۔ پھر دن یوں ہی گزرنے لگے۔ کسان کا بیٹا جب بھی جنگل میں آتا تو اس پرندے کے گھونسلے کا بڑے شوق سے جائزہ لیتا تھا۔ اب جوں جوں دن گزرنے لگے اس پرندے کے بچوں کے چھوٹے چھوٹے پَر نکل آئے۔ وہ پرندہ اب بھی ان کے لیے کہیں سے دانہ دنکا چگ کر لاتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور انہیں کھلاتا تھا۔ پھر بہت سارا وقت گزر گیا۔ بوڑھا کسان اب بھی جوان بیٹے کے ہوتے ہوئے اکیلا ہی کھیت میں کام کرتا تھا۔ اب اس میں پہلے جیسی ہمت اور طاقت نہیں رہی تھی۔ اس سے زیادہ کام تو نہیں ہوتا تھا لیکن کیا کرتا جوان بیٹا اس کے کسی کام نہیں آیا تھا۔ روزی روٹی کمانی بھی ضروری تھی، سو اس کے لیے اسے ہی کام کرنا تھا۔ کسان کا بیٹا اپنی ہی دُنیا میں مگن تھا۔ وہ جنگل میں آ کر خوب صورت پرندے کا گھونسلہ ضرور دیکھتا تھا۔ اب یہاں کا منظر کافی بدل چکا تھا۔ اس پرندے کے ننھے ننھے بچے اب بڑے اور خوب صورت ہو چکے تھے۔ کھلی فضا میں اِدھر اُدھر اُڑتے پھرتے تھے۔ کسان کا بیٹا کافی دنوں سے دیکھ رہا تھا کہ اب وہ خوب صورت پرندہ زیادہ تر اپنے گھونسلے میں رہتا یا پھر گھونسلے سے نکل کر اسی درخت یا آس پاس کے درختوں کی شاخوں پر پھدکتا رہتا جب کہ اس کے بچے اس کے لیے دانہ دُنکا تلاش کر کے لاتے جسے وہ کھاتا تھا۔ پرندے اور اس کے جوان بچوں کی روزانہ کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنا چوں کہ کسان کے بیٹے کا معمول بن چکا تھا، اس لیے وہ پہچاننے لگ گیا تھا کہ پرندہ کون سا ہے اور اس کے جوان بچے کون سے ہیں۔ روزانہ ان پرندوں کی سرگرمیاں دیکھتے ہوئے ایک دن کسان کے بیٹے کو اچانک خیال آیا کہ یقیناً اب اس پرندے کے پَروں میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ خود دانے دنکے کی تلاش میں دُور تک جا سکے۔ اس خیال کے آتے ہی ایک اور خیال بجلی کی سی تیزی سے کسان کے بیٹے کے ذہن میں آیا کہ وہ بھی تو جوان ہو چکا ہے جب کہ اس کا باپ بوڑھا ہو چکا ہے۔ جوان ہونے کے ناتے اسے کام کرنا چاہیے لیکن وہ اپنے فرض کو جان ہی نہیں سکا۔ کیسی کیسی اُمیدیں اس کے بوڑھے باپ نے اس سے وابستہ کر رکھی ہوں گی لیکن وہ ان پر پانی پھیرتا رہا۔ اب بھی وقت ہے اسے اپنے بوڑھے باپ کا مضبوط سہارا ضرور بننا ہے۔ ایک قدرتی منظر نے کسان کے بیٹے کو یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر وہ فوراً جنگل سے نکلا اور کھیت کی طرف دوڑا جہاں اس کا بوڑھا کسان باپ کام کر رہا تھا۔ اس نے باپ کے قریب جا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پُرعزم لہجے میں بولا۔ "بابا! میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب میں کام کروں گا اور آپ آرام کریں گے۔ اب میں محنت کروں گا۔ میں آپ کے بڑھاپے کا مضبوط سہارا بنوں گا بابا۔"

بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر کسان خوشی سے نہال ہو گیا۔ اس نے دل میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے اندر نئی طاقت بھر گئی ہو۔ اس نے کام چھوڑا اور اپنے اکلوتے جوان بیٹے کو گلے لگا لیا اور یوں جوان بیٹے کا کام کاج کرنے کا فیصلہ سن کر گویا کسان کی باقی آدھی خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔ ☆☆☆

کھوج لگائیے میں حصہ لینے والے بچوں کے نام

محمد معیز تنویر، قصور۔ لیاقت علی، کراچی۔ ملیحہ شہباز، بورے والہ۔ محمد بن ارفع، لاہور۔ محمد اسد، کراچی۔ عشاء سعید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ محمد شاہ زیب، کراچی۔ ناصرہ بی بی، شرقپور شریف۔ عثمان منور، کراچی۔ حفصہ مصطفیٰ، اوکاڑہ۔ محمد مظفر، لاہور۔ مزمل آصف، کراچی۔ مشعال آصف، لاہور۔ جانیتا اعظم، لاہور۔ سمیع ریاض، کراچی۔ محمد سعد، لاہور۔ صباحت تنویر، پشاور۔ محمد وسیم، کراچی۔ یشل راشد، راول پنڈی۔ عبادالرحمٰن، کراچی۔ محمد فہد بٹ، جہلم۔ حانیہ رضا، لاہور۔ صدف آسیہ، کراچی۔ سیدہ میجا شاہد، کراچی۔ حضرت امین، پشاور۔ احسن امین، کراچی۔ احمد حسن قادر، لاہور۔ فرحان سعید احمد، لاہور۔ ضیا فاطمہ، فیصل آباد۔ محمد حمزہ سعید، بورے والہ۔ اقراء یمین، میانوالی۔ عبداللہ صدیقی، وہاڑی۔ ماریہ نوید، فیصل آباد۔ نعمان اقبال، قلعہ دیدار سنگھ۔ روافاطمہ فریال، راول پنڈی۔ علی ظفر، شیخوپورہ۔ سمیعہ توقیر، کراچی۔ عائشہ گل سید، چارسدہ۔ ہادیہ حق، راول پنڈی۔ کبشہ عرفان، شیخوپورہ۔ اقراء یعقوب، الہ آباد۔ جنید اسلم، سیال کوٹ۔ مقدس چوہدری، راول پنڈی۔ محمد سعد عامر، اسلام آباد۔ علینہ منہاس، لاہور۔ زہرہ زہیر، لاہور۔ وقاص احمد قادری، لالہ موسیٰ۔ زینب آصف، لاہور۔ محمد حمزہ حسین، لاہور۔ آمنہ عبدالستار نیازی، چکوال۔ علینا اختر، کراچی۔ محمد عبدالباری، راول پنڈی۔ ولید عبداللہ، بنوں۔ افراح سجاد، راول پنڈی۔ عبدالمعید قریشی، ٹیکسلا کینٹ۔ محمد حمزہ لغاری، میانوالی۔ منصور خالق، تیمور خالق، سرگودھا۔ محمد شارق شفیق، لاہور۔ عائشہ امجد، مریم ارشد، زینب ارشد، سرگودھا۔ حرا ارشد، سرگودھا۔ سارا ارشد، بسمہ رحمٰن، سرگودھا۔ افنان بن یوسف، اسلام آباد۔ ابصار احمد ایسر۔ ندا خان، پشاور۔ مشاء خان، پشاور۔ امامہ شبیر، فیصل آباد۔ عیشہ فاطمہ، فیصل آباد۔ محمد طارق زمان، ڈیرہ اسماعیل خان۔ سلمان ارشد، پنڈی بھٹیاں۔ فیصل نعمان، گوجرانوالہ۔ سعیہ نواز، گجرات۔ بلال آصف، ایبٹ آباد۔ اصغر سلمان، کراچی۔ آسیہ خان، سیال کوٹ۔ نواز حق، لاہور۔ عبدالمعیب، ایبٹ آباد۔ خرم شہزاد، جہلم۔ محمد نعمان جاوید، ساہی وال۔ عمر عامر خان، کوہاٹ۔ ارشد بلال، گجرات۔ شفیق نعمان خان، کوہاٹ۔ محمد عباس، سرگودھا۔ نبیل اسلم، پشاور۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

گلزار صاحب کے گھر میں بڑی چہل پہل تھی اور کیوں نہ ہوتی؟ جس گھر میں شیراز حسن، زبیر حسن اور صہیب حسن کا بسیرا ہو وہاں شرارتوں اور شیطانیوں کا میلہ تو لگتا ہی تھا۔ آیئے! ان تینوں کا تعارف آپ سے کرواتے چلیں۔ سب سے پہلے ملیے شیراز حسن سے جو چودہ پندرہ برس کی عمر کے ہیں۔ شوقیہ اور ضرورتاً دونوں طرح کی عینکیں لگاتے ہیں۔ اسکول میں اوّل آتے ہیں، مگر پھر بھی سب کو تنگ کیے جاتے ہیں۔ یہ ہیں زبیر حسن، کبھی کبھار پڑھ لیتے ہیں، مگر زیادہ تر وقت کھلنڈرے پن میں گزرتا ہے۔ شیراز اور زبیر جڑواں بھائی ہیں۔ صہیب حسن کی عمر ان دونوں سے ایک سال کم ہے۔ جاسوسی کا شوق ہے۔ شکل ایسی مسکینی بناتے ہیں کہ سڑک پر دامن پھیلا کر بیٹھ جائیں تو راہ گیر پیسوں سے جھولی بھر دیں۔ دوسروں کی بات کاٹنے کا بھی ہنر جانتے ہیں، اسی لیے اماں کہتی ہیں کہ اس کی زبان قینچی کی طرح تیز ہے۔ تینوں بھائیوں نے اپنے نام کے ساتھ لاحقے لگا رکھے تھے۔ مثلاً شیراز حسن شاہ، زبیر حسن گل اور صہیب اللہ حسن، تینوں بھائی پورے محلے میں حسن گروپ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تفصیلات تو اس وقت کی ہیں جب انہوں نے شرارتیں نہیں چھوڑی تھیں۔ آپ کے ذہن میں یقیناً کھد بد ہوگی کہ تینوں نے توبہ کیسے کی، تو چلیں یہ قصہ بھی آپ کو سناتے ہیں۔

یہ آج سے چھ مہینے پہلے کی بات ہے۔ تینوں بھائی ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے اور ساری کلاس والے توبہ توبہ کرتے تھے۔ دراصل باباجان نے انہیں جان بوجھ کر ایک ہی اسکول، ایک ہی کلاس اور ایک ہی سیکشن میں داخل کروایا تھا کیوں کہ بہ قول بابا جان: ”میرے شہزادوں کو ایک دوسرے سے بہت محبت ہے۔ وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔“ ایک دن تینوں بھائی آدھی چھٹی کے وقت لنچ کر رہے تھے۔ (لنچ باکس ایک کلاس فیلو کے بیگ سے نکالا تھا۔) شیراز ناک بھوں چڑھا کر بولا۔ ”کیا مصیبت ہے؟ میں تو تنگ آ گیا ہوں ان روز روز کی شرارتوں سے۔“

”کیا مطلب؟“ دونوں بھائی بیک وقت چلائے۔

”یعنی اب ہم شرارتیں چھوڑ کر شریف بن جائیں؟“ زبیر نے پوچھا۔

”اور ان لڑکوں کی مار کھائیں جنہیں ہم نے پہلے مارا تھا۔“ صہیب نے لقمہ دیا تو تینوں نے زبردست قہقہہ لگایا۔ شیراز کا قہقہہ سب سے پہلے رُکا۔ اس نے تیکھی آنکھوں سے دونوں کو گھورا اور کہا۔ ”کیا مجھے بات پوری کرنے دو گے؟“

”ہاں ہاں! کیوں نہیں، ہماری طرف سے اجازت ہے۔“ زبیر نے شاہانہ انداز میں ہاتھ ہلایا تو شیراز نے وضاحت کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میرا مطلب ہے کہ ہم کوئی بڑی شرارت کرتے ہیں۔"

"بڑی شرارت؟" صہیب نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"ہاں ناں! یہ عظیم شرارت کہنا چاہتا ہے۔" اس مرتبہ زبیر نے ٹکڑا لگایا۔ انہیں پھر سے شروع ہوتا دیکھ کر شیراز کو ہی مداخلت کرنا پڑی۔ "باادب...... باملاحظہ...... ہوشیار! ہمارے زرخیز ذہن سے ایک عمدہ ترکیب عالیہ اور منصوبہ......"

صہیب کی بات پر تینوں پھر ہنس پڑے۔ "چپ کر کے میری بات سنو، بلکہ میرا نیا منصوبہ سنو۔ تھوڑی سی محنت کریں گے، زیادہ انعام ملے گا۔" شیراز نے اپنی آنکھوں کو سرچ لائٹ کی طرح گھما کر کہا اور منصوبہ بتانے لگا۔ ☆

پارک کے کنارے چھابڑیوں کی لمبی لائن لگی تھی۔ ان سب سے الگ تھلگ کچھ دُور ایک گھریلو اشیاء کا ٹوکرا موجود تھا۔ اس ٹوکرے سے مزید کچھ فاصلے پر ایک اور ٹوکرا بتاشوں اور اندرسوں کا تھا۔ شیراز، زبیر اور صہیب گھریلو اشیاء والے ٹوکرے کی جانب لپکے۔ ایک نے ٹوکرے کو پکڑا اور کچھ چیزیں اُٹھا کر کہا۔ "مجھے یہ لینی ہیں۔" باقی دونوں بھی مخالف سمتوں سے پل پڑے۔ ایک تو پہلے ہی گاہکوں کا رش تھا، اوپر سے ان دونوں کی یلغار پر ٹوکرے والا گھبرا گیا۔ تینوں کہہ رہے تھے کہ پہلے ہمیں دیں۔ اچانک ٹوکرا جو لکڑی کے اسٹول پر رکھا تھا، اُلٹ کر گر گیا اور ساری چیزیں بکھر گئیں۔ ٹوکرے والے نے جو یہ سارا حال دیکھا تو بدحواس ہو کر مغلظات پر اُتر آیا۔ تینوں صدمے کے انداز میں پیچھے ہٹنے لگے۔ لوگوں کا ہجوم مالک کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنے میں وہ تینوں بتاشوں والے ٹوکرے تک پہنچ گئے۔ اس کا مالک بھی لوگوں کے ہجوم میں شامل تھا۔ انہوں نے فوراً وہ ٹوکرا اُٹھایا اور دوڑ لگا دی۔ ابھی تک صرف چند لوگ انہیں دیکھ پائے تھے۔ وہ گلی کا موڑ مڑنے ہی

والے تھے کہ ایک رعب دار آواز سنائی دی۔

"رُک جاؤ!" وہ ڈر کر پلٹے تو دیکھا کہ ایک غصیلے چہرے والے بزرگ انہیں گھور رہے ہیں۔ خوف سے ان کی گھگھی بندھ گئی۔ انہوں نے بھاگنا چاہا مگر قدم تو جیسے جم سے گئے تھے۔ اسی وقت ایک شفیق صورت بابا جی آتے دکھائی دیئے۔ انہوں نے بچوں کو اس حال میں دیکھا تو پکارے۔ "جلالی! کیوں بچوں کو تنگ کرتے ہو؟"

"جمالی! یہ دونوں ان غریب چھابڑی والوں کا نقصان کر کے بھاگے ہیں۔" غصیلے بزرگ بولے۔

"وہ تو ٹھیک ہے بھئی! مگر سمجھانے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟ بچو! اِدھر آؤ۔" وہ غیر اختیاری انداز میں ان کی جانب گئے۔ انہوں نے تینوں کو بٹھا لیا اور شفقت سے بولے۔ "بچو! کسی کو تنگ کرنا بہت بُری بات ہے اور یاد رکھو کسی کی بددعا لگ گئی تو ویسا حال بھی ہوسکتا ہے جیسا ہمارا تھا۔"

"آپ کا کیا حال ہوا...... تھ...... تھا؟" زبیر کو لفظوں کے غلط چناؤ کا احساس ہوا تو اس نے زبان کو بریک لگانے کی کوشش کی۔ بابا جی ہنس پڑے اور اپنی کہانی سنانے لگے۔ "یہ آج سے پچاس سال پہلے کا ذکر ہے، جب ہم دونوں دوست پندرہ برس کے تھے، اور تمہاری طرح شریر بھی۔ پڑھائی سے دُور بھاگتے تھے مگر لڑائی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھڑائی میں طاق تھے۔ پورے اسکول میں ہماری دہشت ہوا کرتی تھی۔ ہمارے اسکول کے سامنے ایک نابینا چھابڑی والا اپنی چیزیں بیچتا تھا۔ اس کا کم سن بیٹا سارا لین دین کیا کرتا تھا۔ ایک دن ہمیں اسکول سے واپسی پر شرارت سوجھی اور ہم اس کا ٹوکرا اُٹھا کر لے بھاگے، بالکل تمہاری طرح۔ اکیلا بچہ کیا کر سکتا تھا، اس نے لوگوں کو آواز دی تو لوگ ہمیں پکڑنے دوڑے۔ گھر جاتے تو والدین کا خوف تھا، سو اپنے گھر کی مخالف سمت میں نکل آئے۔ ہم ایک گلی کا موڑ مڑ کے بھاگنے لگے تو دیکھا کہ گلی بند ہے۔ مجبوراً ایک ویران مکان کی دیوار پھاند کر اندر کود گئے۔ ہم ابھی ارد گرد کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ اپنے جسم کے گرد کسی کی گرفت کا احساس ہوا۔ دیکھا تو دو ہٹے کٹے پہلوان نما آدمی ہمیں پکڑے کھڑے تھے۔ ہم نے آزاد ہونے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ یہ مکان دراصل جرائم پیشہ لوگوں کا اڈہ تھا۔ انہوں نے نیچے تہہ خانے میں پچاس کے قریب بچے اغوا کر کے قید رکھے تھے۔ ہم تو بے محنت کا شکار تھے، سو انہوں نے ہمیں وہیں ڈال دیا۔ پھر ہم سب پر بڑے ظلم ہوتے رہے، اب تک ان کے تصور سے روح کانپتی ہے۔ ادھر والدین الگ عذاب میں مبتلا تھے۔ ایک دن ہمارا سودا ہو گیا اور وہ ہمیں پڑوسی ملک بھیجنے لگے۔ ہم نے راستے میں اپنی لڑائی کی قوت کا استعمال کیا اور رسیاں کاٹ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پہلے والدین کو جا کر ساری بات بتائی۔ انہوں نے پولیس میں رپورٹ کر دی۔ یوں وہ اڈہ پکڑا گیا۔ سب مجرم قانون کے شکنجے میں پھنس گئے اور جانتے ہو ہم نے سب سے پہلے کیا کیا؟'' بابا جی یہ کہہ کر رُکے پھر اُداسی سے مسکرا کر بولے۔ ''ہم نے سب سے پہلے اس چھابڑی والے کا نقصان پورا کیا اور اس سے معافی مانگی۔ اس کی بددعا نے ہمیں قید کروا دیا تھا اور اس کی دعا کی بدولت آج ہم لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ یاد رکھو بیٹا! ہو سکتا ہے تمہاری شرارت کے بدلے کوئی تمہیں بددعا دے دے اور وہ بددعا ساری زندگی تمہارے پیچھے لگی رہے، لیکن کسی کا دل نہ دکھانا۔'' اپنی بات مکمل کر کے بابا جی نے حسن گروپ کی جانب دیکھا، ان کی آنکھوں میں ندامت تھی۔ آخر شیراز کے ہونٹ ہلے: ''بابا جی! ہمیں معاف کر دیں۔ ہم غلطی پر تھے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آج کے بعد کسی کو تنگ نہیں کریں گے۔'' زبیر اور صہیب نے بھی تائید کی تھی۔

بابا جی مسکرا کر بولے۔ ''بیٹا! مجھ سے معافی کیوں مانگتے ہو؟ معافی تو ان غریب چھابڑی والوں سے مانگو، جن کا نقصان ہوا ہے۔'' یہ سن کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اب وہ جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ پہلے ٹوکرا اُٹھا کر بتاشوں والے کے پاس گئے تھے۔ اس سے معافی مانگنے کے بعد انہوں نے مل کر دوسرے ٹوکرے والے کی بکھری چیزیں اکٹھی کیں اور ٹوکرے میں سلیقے سے رکھ دیں۔ ان کے بہتے آنسو دیکھ کر سب لوگوں کو ان پر بے تحاشا پیار آیا۔ پھر جب انہوں نے ٹوکرا اُٹھا کر مالک کو پیش کیا تو وہ سارا غصہ بھول گیا۔ اس نے چند قیمتی کھلونے انہیں دیئے اور قیمت بھی نہ لی۔ وہ چلتے ہوئے گلی میں مڑے تو زبیر نے کہا۔ ''چلو نیکی کا کچھ تو صلہ ملا۔'' اور تینوں بھیگی آنکھوں سے ہنس پڑے تھے۔ سب کچھ پہلے کی طرح ہی تھا مگر وہ جانتے تھے کہ ان کا اندر بدل چکا ہے۔

پیارے بچو! آپ بھی شرارت ضرور کریں مگر شیطانی سے بچیں۔ شرارت اور شیطانی میں ذرا سا فرق ہوتا ہے جو دعا کو بددعا میں بدل سکتا ہے۔ شرارت سب کو لطف دیتی ہے مگر کسی کو نقصان پہنچانا صرف اور صرف پشیمانی کا سبب بنتی ہے۔ ☆☆☆

ٹڈی (Locust): ٹیڑی، ٹڈے کی قسم کا ایک کیڑا، لیکن اس سے بہت طاقت ور ہوتا ہے۔ یہ کیڑے گرم ملکوں میں رہتے ہیں اور اگر ان کی پیدائش کی روک تھام نہ کی جائے تو بہت آفت لاتے ہیں۔ بعض دفعہ اُن کے جھنڈ کے جھنڈ کسی علاقے پر چھا جاتے ہیں اور تمام فصلوں اور درختوں کے پتے چٹ کر جاتے ہیں۔ یہ کیڑے اپنے انڈے بھی چھوڑتے جاتے ہیں جو آئندہ سال کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ جب ان کے غول آتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھنے بادل آ رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو زمین پر اُن کی ایک ایک فٹ تہ چڑھ جاتی ہے۔ ان کے انڈے فنا کر دینے چاہئیں لیکن اگر بچے نکل آئیں تو ان کے راستے میں کھائیاں کھود دینی چاہئیں تاکہ یہ ان میں گر کر باہر نہ آ سکیں پھر ان کو دبا دینا چاہیے، لیکن اگر ان کے پر لگ جائیں تو پھر ان کا تدارک مشکل ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں دو قسم کے ٹڈی دل آتے ہیں، ایک سرخ رنگ کے اور دوسرے زرد رنگ کے۔ ہر دو کی عادات اور خوراک ایک جیسی ہوتی ہیں۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے دوائیاں چھڑک کر ان کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ ☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
READING Section

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو
  ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

”ہاں۔“ لاش بولی۔ ”جو تم چاہتی تھیں وہ ہو گیا ہے۔ اب واپس چلی جاؤ۔“

جولی سانگ باؤلی سے باہر آ گئی۔ اس نے اسی وقت رات کے اندھیرے میں واپس چلنا شروع کر دیا۔ ساری رات اور سارا دن وہ جنگل اور پہاڑوں میں چلتی رہی۔ دوسرے دن رات کے بارہ بجے وہ سرائے میں پہنچی تو تھیو سانگ اور کیٹی جلدی سے باہر آ گئے۔

اپنے بھائی تھیو سانگ کو پھر سے جوان دیکھ کر جولی سانگ بے حد خوش ہوئی۔ تھیو سانگ نے اپنی بہن کو گلے لگا لیا اور بولا۔

”ہمیں تمہاری خوشبو آ گئی تھی۔“

کیٹی مسکرا رہی تھی، وہ بولی۔ ”اور ہم تمہارا استقبال کرنے نکل آئے۔“

جولی سانگ نے کہا۔ ”دلہن کی لاش کو جب میں نے لال موتی دیا تو اس نے کہہ دیا کہ جاؤ تمہارے دل کی مراد پوری ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا میرا بھائی پھر سے جوان ہو گیا ہے۔ لاش نے کہا کہ جو تم چاہتی ہو وہ ہو گیا ہے۔ مجھے کچھ یقین آیا مگر دل میں شک موجود تھا۔ اب تھیو سانگ کو دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا ہے۔“

کیٹی اور تھیو سانگ نے جولی سانگ کو ساتھ لیا اور سرائے کی کوٹھڑی میں آ گئے۔ جولی سانگ نے کوٹھڑی میں آتے ہی پوچھا۔

”کوئی نقلی عنبر ناگ تو نہیں آیا تھا؟“

تھیو سانگ نے مسکرا کر کہا۔ ”نہیں مگر کہیں تم تو نقلی جولی سانگ نہیں ہو؟“

جولی سانگ نے قہقہہ لگایا اور بولی۔ ”تھیو سانگ بھیا! اگر میں نقلی جولی سانگ ہوتی تو تم بوڑھے تھیو سانگ سے جوان تھیو سانگ کبھی نہ بنتے۔“

کیٹی نے کہا۔ ”یہ تو ہے۔ ارے بھئی، تم تو بالکل اصلی جولی سانگ ہو۔“

تھیو سانگ بھی چارپائی پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمیں عنبر ناگ ماریا کی تلاش میں کدھر چلنا چاہیے کیوں کہ ان کو تلاش کرنا بے حد ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہوں۔“

کیٹی کہنے لگی۔ ”ہمیں ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ ہم یہی کر سکتے ہیں کہ یہاں سے نیچے کی طرف روانہ ہو جائیں اور جتنے شہر آئیں وہاں عنبر ناگ ماریا کا سراغ لگانے کی کوشش کریں۔“

جولی سانگ نے کیٹی کے خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا، تو پھر اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

تھیو سانگ بولا۔ "یوں ہمارا اکیلے جانا اس لیے ٹھیک نہیں کہ ہمیں راستوں کا علم نہیں ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم کسی قافلے میں شریک ہو جائیں۔"

کیٹی نے کہا۔ "یہ بھی مناسب ہے۔ اب آرام کرتے ہیں۔ صبح معلوم کریں گے کہ یہاں سے نیچے کی طرف قافلہ کب روانہ ہوگا۔"

یوں ہی باتیں کرتے کرتے رات گزر گئی۔ جب دن نکلا تو تھیو سانگ نے سرائے کے مالک کے پاس جا کر پوچھا کہ یہاں سے نیچے کی جانب قافلہ کب جائے گا۔ سرائے کے مالک نے اسے بتایا کہ ایک قافلہ وہاں سے سارناتھ کی طرف اگلے روز صبح کے وقت روانہ ہونے والا ہے۔ تھیو سانگ نے اسی وقت قافلے کے مالک سے بات کی۔ اسے ایڈوانس روپے دیئے اور اپنے لیے قافلے میں تین گھوڑے مخصوص کروا لیے۔ دوسرے روز صبح صبح کیٹی، جولی سانگ اور تھیو سانگ سارناتھ جانے والے قافلے میں شامل ہوئے اور قافلہ سارناتھ کی طرف روانہ ہوگیا۔

سارناتھ کا تاریخی مقام آج بھی وسطی ہندوستان میں شہر بنارس سے بیس میل کے فاصلے پر موجود ہے۔ جس زمانے میں عنبرناگ ماریا اور کیٹی، تھیو سانگ، جولی سانگ سفر کر رہے تھے، وہ مہاتما بدھ سے پہلے کا زمانہ تھا اور ہندوستان کے ملک میں آریا لوگ حکومت کرتے تھے۔ شہروں کے راجہ ہوتے تھے جو شہر کی چار دیواری کے اندر بنے ہوئے قلعے اور محل میں رہتے تھے۔ اس زمانے میں سارناتھ ایک پُرانا مندر تھا جہاں کالی ماتا کی مورتی کی پوجا ہوتی تھی۔ دس روز تک قافلہ تین ہزار سال پُرانے ہندوستان کے جنگلوں میں سفر کرتا سارناتھ پہنچ گیا۔

سارناتھ کے قریب ہی دریائے گنگا بہتا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو وارانا سی شہر سے دو کوس یعنی اڑھائی میل کے فاصلے پر تھا۔ وارانا سی شہر کا ایک راجہ تھا جس کا شاندار محل وارانا سی شہر کی چار دیواری کے اندر واقع تھا۔ سرائے میں اُترتے ہی تھیو سانگ، کیٹی اور جولی سانگ نے فضا کو سونگھا۔ فضا میں عنبرناگ ماریا کی خوشبو بالکل نہیں تھی۔ تھیو سانگ کہنے لگا۔ "اس کا مطلب ہے کہ اگر عنبرناگ ماریا پر کوئی طلسم نہیں ہو چکا تو وہ اس شہر میں نہیں ہیں۔ مجھے تو ان کی خوشبو نہیں آ رہی۔"

کیٹی اور جولی سانگ نے بھی کہا کہ انہیں بھی عنبرناگ ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی۔ کیٹی نے کہا۔ "لیکن اس کے باوجود ہمیں یہاں کچھ دیر رہ کر عنبرناگ ماریا کو ڈھونڈنا ہوگا کیوں کہ کچھ پتا نہیں کہ وہ یہیں کسی جگہ قید ہوں اور طلسم کی وجہ سے ان کے جسموں کی خوشبو ختم ہوگئی ہو۔"

جولی سانگ کہنے لگی۔ "وہ تو ظاہر ہے کہ ہمیں کچھ روز یہاں ہی ٹھہرنا ہوگا۔ میرا تو خیال ہے کہ ہم اس سرائے میں ٹھہر جاتے ہیں۔ ایک تو یہ سرائے دریا کے کنارے پر ہے۔ دوسرے شہر کی چار دیواری کے اندر نہیں ہے۔ چار دیواری کے اندر تو رات کو جب شہر کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو ہمیں آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ہم اسی سرائے میں ٹھہریں گے لیکن شہر میں جا کر چکر ضرور لگانا ہوگا۔"

تھیو سانگ یہ کہہ کر سرائے کے مالک کی ڈیوڑھی کی طرف گیا کہ ایک دو کوٹھڑیاں کرائے پر لے لے۔ سرائے کا مالک ایک ہندو تھا جس نے صرف دھوتی باندھ رکھی تھی، سر پر لمبی بودی تھی اور پیٹ باہر کو نکلا ہوا تھا۔ تھیو سانگ اس کے قریب گیا تو سرائے والے نے اسے غور سے دیکھا۔ اگرچہ تھیو سانگ اپنے لمبے کان اپنے بالوں میں چھپا کر رکھتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے تھیو سانگ کے لمبے کان دیکھ لیے ہیں۔ تھیو سانگ نے بھی سرائے کے مالک کی نظر میں شک و شبہ دیکھ لیا تھا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔

"مجھے دو کوٹھڑیاں چاہیے۔" تھیو سانگ نے قریب جا کر کہا۔

سرائے کا مالک بولا۔ "تمہارے ساتھ تمہاری بیوی ہے؟"

"نہیں۔" تھیو سانگ نے کہا۔ "میری دو بہنیں ہیں۔"

سرائے کا مالک چونکا۔ "تم اپنی بہنوں کو لے کر قافلے کے ساتھ کہاں پھر رہے ہو؟"

تھیو سانگ کو پہلے تو بڑا غصہ آیا کہ یہ کون ہوتا ہے ایسی باتیں پوچھنے والا مگر وہ چپ رہا۔ اس نے ذرا تلخ لہجے میں کہا۔

اگر تمہارے پاس کوٹھڑیاں خالی ہیں تو بتاؤ نہیں تو ہم کسی دوسری سرائے میں چلے جاتے ہیں۔"

سرائے کا مالک جلدی سے کہنے لگا۔ "ارے نہیں بھائی، دوسری سرائے میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ دو کیا تم چار کوٹھڑیاں کرائے پر لے سکتے ہو۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

پھر اس نے ایک ملازم کو آواز دے کر کہا۔ ”ان کو جا کر دو کوٹھڑیاں کھول دو۔“

تھیو سانگ ملازم کے ساتھ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سرائے کا مالک اپنے کام میں لگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سرائے کے مالک کا ایک دوست جس کا نام سنگھا تھا، آ گیا۔ سنگھا مردوں کے کفن چرا کر بیچ دیا کرتا تھا۔ وہ بڑا لالچی تھا اور ہر وقت دولت مند بننے کے خواب دیکھا کرتا۔ شہر سے جو مردہ قبرستان میں لایا جاتا، سنگھا اس کا پیچھا کرتا۔ جب مردے کو دفن کر دیا جاتا تو وہ گورکن سے مل کر قبر کھود ڈالتا اور مردے کے ساتھ رکھے ہوئے چاندی کے روپے اور اس کا کفن اُتار کر لے جاتا۔ وہ اس میں تھوڑا سا حصہ گورکن کو بھی دے دیتا تھا۔ اگر کبھی مردے کو قبرستان میں آنے میں دیر ہو جاتی تو سنگھا کفن چور خود رات کے اندھیرے میں کسی امیر آدمی کو ہلاک کر ڈالتا اور جب اسے قبر میں دفن کر دیا جاتا تو سنگھا کفن چور رات کو قبرستان پہنچ جاتا اور امیر مردے کا کفن اور اس کے ساتھ رکھی ہوئی قیمتی چیزیں اور روپے اُڑا کر لے جاتا۔ اس شہر میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے مردوں کو جلاتے تھے۔ ان کا کفن، سنگھا کفن چور نہیں اُتار سکتا تھا۔ سنگھا کفن چور کی ان بھیانک وارداتوں کا سرائے کے مالک کو بھی علم نہیں تھا۔ شہر میں چوکیداری اور پہروں کا کچھ ایسا سخت انتظام تھا کہ سنگھا کفن چور کو کسی امیر آدمی کو قتل کر دینا تو آسان تھا مگر اس کے گھر ڈاکہ ڈالنا بڑا مشکل تھا۔ سرائے کے مالک نے سنگھا کفن چور کو دیکھا تو بولا۔

”آؤ سنگھا آؤ، بیٹھو۔“

سنگھا کفن چور سرائے کے مالک کے پاس بیٹھ گیا۔ سرائے کے مالک نے کہا۔ ”سنگھا بھائی! آج ہمارے سرائے میں ایک عجیب و غریب آدمی اپنی دو بہنوں کے ساتھ رہنے آیا ہے۔“

”اس میں ایسی کون سی عجیب و غریب بات ہے؟“ سنگھا نے پوچھا۔ سرائے کا مالک آہستہ سے بولا۔

”اس کے کان بڑے لمبے ہیں۔“

سنگھا بے نیازی سے بولا۔

”یہ تو کوئی عجیب و غریب بات نہیں ہے۔ کان تو کئی لوگوں کے لمبے ہوتے ہیں۔“

سرائے کا مالک کہنے لگا۔

”اس کی آنکھیں بھی لومڑ کی آنکھوں جیسی ہیں، مجھے تو وہ کوئی جادوگر لگتا ہے۔“

اس پر سنگھا کفن چور چونکا۔ وہ مدت سے کسی ایسے جادوگر کی تلاش میں تھا جو اسے کوئی ایسا منتر بتا دے جس کو پھونک کر وہ لوہے کو سونا بنا سکے اور یوں ایک دن میں دُنیا کا سب سے بڑا دولت مند شخص بن جائے۔ اس نے کہا۔

”کون سی کوٹھڑی میں ٹھہرا ہوا ہے یہ آدمی؟“ سرائے کے مالک نے اسے کوٹھڑی کا نمبر بتا دیا اور بولا۔

”ذرا ہوشیار ہو کر جانا۔ کہیں وہ تمہیں بھیڑ نہ بنا دے۔ مجھے بڑا خطرناک آدمی لگتا ہے۔“

سنگھا کفن چور نے مسکرا دیا اور بولا۔ ”ارے بھائی میں تو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

صرف اپنی دل چسپی لیے اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں، ورنہ مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ میں تو جو محنت سے کماتا ہوں بس اسی میں بڑا خوش ہوں۔''

سرائے کے مالک کو سنگھا کفن چور کی اصلی مکروہ اور قاتل شخصیت کا کچھ علم نہیں تھا۔ سنگھا کفن چور اُٹھ کر اس کوٹھڑی کی طرف چلا جو تھیو سانگ کی تھی۔ تھیو سانگ اس وقت اپنی کوٹھڑی میں نہیں تھا۔ وہ دوسری کوٹھڑی میں کیٹی اور جولی سانگ کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ سنگھا کفن چور کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس لمبے کان والے جادوگر کی باتیں چھپ کر سنی جائیں۔ سنگھا کفن چور سرائے کی ساری کوٹھڑیوں وغیرہ سے واقف تھا۔ وہ تھیو سانگ کی کوٹھڑی میں جانے کی بجائے جولی سانگ کی ساتھ والی خالی کوٹھڑی میں آ گیا۔ یہاں دیوار کے بیچ میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جو بند تھی۔ سنگھا کفن چور بند کھڑکی کے ساتھ کان لگا کر باتیں سننے لگا۔

تھیو سانگ کیٹی سے کہہ رہا تھا۔ ''میرا خیال ہے کہ تم یہیں سرائے میں ہی ٹھہرو۔ میں اور جولی سانگ شہر میں عنبر ناگ ماریا کا سراغ لگاتے ہیں۔''

کیٹی کہنے لگی۔ ''کیوں، میں تمہارے ساتھ کیوں نہ جاؤں؟''

جولی سانگ نے کہا۔ ''بھئی تین انسانوں کو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ تھیو سانگ! تم بھی کیٹی کے ساتھ یہیں ٹھہرو۔ میں اکیلی ہی شہر جاتی ہوں۔''

کیٹی نے تنک کر کہا۔ ''جولی سانگ ہمیں شہر جانے کی بھی کیا ضرورت ہے؟ تم تو اپنی انگلی لگا کر مردے سے باتیں کر لیتی ہو۔ کیوں نہ کسی مردے سے جا کر پوچھو کہ عنبر ناگ ماریاں کہاں ہیں۔ تمہیں تو مردہ زمین کے اندر کے راز بھی بتا دیتا ہے۔''

سنگھا کفن چور نے یہ سنا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ تھیو سانگ کو تو بھول گیا اور اس کی ساری توجہ اس لڑکی کی طرف ہو گئی جس کا نام جولی سانگ لیا جا رہا تھا۔ اس کے دل میں ایک دم سے ایک خیال اپنے آپ اُبھر آیا کہ اگر وہ کسی طرح اس لڑکی کو قابو میں کر لے تو وہ اس کی مدد سے مردوں سے زمین کے راز معلوم کر سکتا ہے اور یوں وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانے بھی حاصل کر سکتا ہے۔ سنگھا کفن چور کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اس لڑکی کی طرف دیکھنا چاہتا تھا جس کا نام جولی سانگ لیا جا رہا تھا اور جو مردے کو ہاتھ لگا کر اس سے باتیں کر لیتی تھی۔

سنگھا کفن چور جلدی سے سیڑھی لگا کر چھت پر آ گیا اور یہاں کے روشن دان سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ کوٹھڑی میں ایک مرد اور دو عورتیں بیٹھی تھیں۔ مرد تھیو سانگ تھا اور عورتیں کیٹی اور جولی سانگ تھیں۔ سنگھا کفن چور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ان میں مردوں سے باتیں کرنے والی جولی سانگ کون ہے۔ وہ غور سے ان تینوں کو تکنے لگا۔

تھیو سانگ کہہ رہا تھا۔ ''عنبر ناگ ماریا بھی ہماری تلاش میں ہوں گے۔'' کیٹی نے کہا۔ ''مگر خدا جانے وہ کس زمانے میں، کس ملک میں ہماری تلاش میں پھر رہے ہوں گے۔''

جولی سانگ کہنے لگی۔ ''اچھا میں چلتی ہوں شہر عنبر ناگ ماریا کا سراغ لگانے۔''

تھیو سانگ نے بلند آواز میں کہا۔ ''نہیں جولی سانگ! تم نہیں جاؤ گی۔ آج میں جاؤں گا۔ کل تم اور کیٹی چلے جانا۔''

جولی سانگ نے اثبات میں مسکراتے ہوئے سر ہلایا تو سنگھا کفن چور فوراً سمجھ گیا کہ یہی سنہری بالوں اور نیلی آنکھوں والی عورت جولی سانگ ہے جو مردوں سے باتیں کرتی ہے۔ سنگھا کفن چور نے جولی سانگ کی شکل اچھی طرح سے اپنے دماغ میں بٹھا لی اور چھت سے اُتر کر دوسری طرف چل دیا۔

راجہ کا جو شاہی نجومی تھا وہ سنگھا کفن چور کا واقف تھا۔ سنگھا کو معلوم تھا کہ شاہی نجومی جڑی بوٹیوں کا علم بھی رکھتا ہے۔ وہ اس سے کوئی ایسی دوائی لینا چاہتا تھا جو جولی سانگ کو کھلا کر اسے اغوا کر لے اور پھر اس کو زبردستی اس بات پر مجبور کرے کہ وہ مردوں سے باتیں کر کے ان سے زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا راز معلوم کرے۔ سنگھا سیدھا راجہ کے محل کے قریب بنی ہوئی شاہی نجومی کی حویلی میں جا پہنچا۔ شاہی نجومی اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ستاروں کا حساب کر رہا تھا۔ سنگھا نے جا کر سلام کیا اور کہا۔

''حضور! مجھے ایک ایسی دوائی چاہیے جو آدمی کو آدھے دن کے لیے بے ہوش کر دے۔''

شاہی نجومی سنگھا کفن چور کی وارداتوں سے کچھ کچھ واقف تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''کس کو بے ہوش کرنا چاہتے ہو؟''

(باقی آئندہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

نجات کا لمحہ

(معوذ الحسن، ڈیرہ اسماعیل خان)

شرفو اکثر سودے میں سے پیسے اڑا لیا کرتا تھا۔ گوشت دو سیر کی بجائے پونا سیر خریدتا، سبزی ایک سیر کی جگہ چودہ چھٹانک، راشن بھی کبھی پورا نہ لاتا۔ اس طرح روزانہ اس کی چالیس روپے کی دیہاڑی لگ جاتی تھی۔

شیخ اکرم کے گھر اللہ کا دیا ہوا سب کچھ تھا۔ پھر اتنے تھوڑے سے پیسے کا ان کو کیا پتا چلتا۔ شرفو یہ کام بوا کے تعاون سے کرتا جس کے ہاتھ میں باورچی خانے کا سارا انتظام تھا۔ دونوں آدھے آدھے کے ساجھے دار تھے۔ آج بھی جب وہ گوشت سبزی لینے بازار جا رہا تھا، ایک پرچون کی دُکان پر رش دیکھ کر رک گیا۔ کوئی جھگڑا چل رہا تھا۔

اس نے اُچک کر دیکھا، ایک نوجوان لڑکا دُکان دار کو پوچھ رہا تھا۔ ”یہ بتاؤ شیخ جی، تم نے جو مجھے سیر کی جگہ چودہ چھٹانک چینی دے دی ہے اور پیسے پورے سیر کے لیے ہیں تو یہ دو چھٹانک چینی کا حساب اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن کیسے دو گے؟“

شیخ صاحب نے ذرا اکڑنا چاہا، بولے۔ ”میں نے چینی کم نہیں دی، باٹ کے حساب سے پوری دی ہے۔“

لڑکا جھٹ بولا۔ ”باٹ ہی تو کم وزن کا ہے۔“

”تمہارے پاس لیبر ڈیپارٹمنٹ کا پاس کردہ ایک بھی باٹ نہیں ہے۔ سب اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب کے باٹ سے وزن کی ہوئی چینی اس کے وزن سے پوری دو چھٹانک کم ہے۔“

بات لوگوں کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اوپر سے شیخ صاحب کا گھبرایا ہوا چہرہ اور اُلٹی سیدھی وضاحتیں، ان کو مجرم بلکہ عادی مجرم ثابت کر رہی تھیں۔ وہ لوگوں کی طعن و تشنیع بھری نظروں کے تیروں سے بُری طرح گھائل ہو رہے تھے۔

”پھر شیخ صاحب، آپ نے بتایا نہیں کہ قیامت کے دن آپ اپنی بے ایمانیوں کا حساب اللہ اور اس کے رسولؐ کو کیسے دیں گے؟“ ایک اور آدمی نے لقمہ دیا۔ شیخ صاحب ماتھے سے پسینہ پونچھ کر رہ گئے۔ ان کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا۔

”دراصل غلطی ہم لوگوں کی ہے۔“ لڑکے نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ ”جس دُکان دار نے بڑے سے بورڈ پر لکھ رکھا ہو کہ ’جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (حدیث نبویؐ)‘ ہم آنکھیں بند کر کے اس پر یقین کر لیتے ہیں کہ یہ دُکان دار بے ایمان ہو ہی نہیں سکتا اور وہ اس حدیث کی آڑ میں ہم سے کم سودے اور ملاوٹ شدہ مال کے پورے دام وصول کرتا رہتا ہے۔“

”یہ تو بھائی، مذہب کے نام پر ہمیں جو چاہے لوٹ لے۔ چاہے وہ دُکان دار ہو یا سیاست دان۔“ ایک بزرگ نے جواب دیا۔

لڑکا بحث پر اُتر آیا۔ ”بہرحال مذہب نے ہمیں عقل سے کام لینے کو کہا ہے۔ عقل گھاس چرنے نہ چلی جائے تو سودا دیکھ پرکھ کر لینا ضروری ہے۔“

لڑکا باریش دُکان دار کی طرف مُڑا۔ ”شیخ صاحب، آپ اپنی چینی واپس لیجیے اور میرے پیسے لوٹا دیں۔ میں آپ جیسے بے ایمان دُکان دار سے سودا لینا حرام سمجھتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ بے ایمان تاجر جہنم کا ایندھن بنے گا۔ لائیے میرے پیسے۔“

شیخ صاحب نے خاموشی سے اس کے پیسے واپس کیے اور لڑکا پیسے لے کر دوسرے دُکان دار کے پاس چلا گیا۔ بھیڑ چھٹ گئی۔ لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے۔ شیخ صاحب نے دُکان لڑکے کے حوالے کی اور گھر چلے گئے مگر شرفو وہیں کھڑا لرز رہا تھا۔

لڑکے کی باتوں نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آج تک وہ حرام سے اپنا پیٹ بھرتا رہا تھا۔ بے ایمانی کے آدھے پیسے لیتے ہوئے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ جہنم کا ایندھن جمع کر رہا ہے۔ اس نے چپ چاپ سودا سلف لیا اور گھر لوٹ آیا۔ بوا نے جوں ہی اپنے آدھے پیسوں کا مطالبہ کیا۔ اس نے تڑپ کر کہا۔

”نہیں بوا، آج سے بے ایمانی ختم۔“

”کیا کہہ رہا ہے شرفو؟“ بوا حیرت سے بولی۔

”ہاں بوا، وہ آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو نہ روک سکا۔ میں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خدا اور اس کے رسولؐ کا مجرم بن کر جہنم میں نہیں جانا چاہتا۔ اللہ میری توبہ قبول کرے۔"

بوا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ شرفو کے چہرے پر نجات کے لمحے کا نور پھیل رہا تھا...... ندامت کے آنسوؤں کی شکل میں۔

(پہلا انعام: 195 روپے کی کتب)

خواہش

(احمد حسن قادر، لاہور)

"فاطمہ! آؤ برگر کھائیں۔" اسکول میں تفریح ہوئی تو فاطمہ نے ہاجرہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں یار، میں گھر سے اچھا خاصا ناشتا کر کے آئی تھی، اس لیے ابھی دل نہیں چاہ رہا۔ تم کھا لو!" فاطمہ نے جواب دیا۔

"ارے تم تو کنجوس ہوتی جا رہی ہو، نہ خود کھاتی ہو نہ کھلاتی ہو، گھر سے جیب خرچ تو مل رہا ہے ناں؟" ہاجرہ نے شکوہ سے پوچھا۔

"مل تو رہا ہے لیکن میں اسے جمع کر رہی ہوں۔" فاطمہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کس لیے؟" ہاجرہ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

"بس ایک خواہش ہے، جب پوری ہو جائے گی تو بتاؤں گی۔" اتنے میں گھنٹی بج گئی۔ ہاجرہ نے کہا۔ "لو پتا ہی نہیں چلا اور تفریح ختم ہو گئی۔" اور وہ دونوں اپنی جماعت میں چلی گئیں۔

شام کو جب ابو آئے تو وہ اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھی۔ انہوں نے آتے ہی اونچی آواز میں کہا۔ "آج مجھے تنخواہ ملی ہے۔ چلو، تفریح کے لیے باہر چلتے ہیں۔" یہ سن کر فاطمہ کا چھوٹا بھائی شریف خوشی سے اچھلنے لگا۔ وہ ایک شاپنگ مال گئے۔ شریف نے ابو سے کہہ کر ایک ریموٹ والی گاڑی خرید لی۔ ابو نے فاطمہ سے کہا کہ وہ جو چاہے، لے سکتی ہے۔ اس نے کہا۔ "ابو، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ آپ مجھے پیسے دے دیں، میں جمع کر رہی ہوں۔"

"کس لیے؟" انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"نیلی مسجد خریدنے کے لیے۔" شریف نے شرارت سے کہا۔

"تم اپنے نام کی طرح شریف رہو، شریر نہ بنو!" فاطمہ نے خفگی سے کہا۔ اس کے بعد ابو نے انہیں ایک اچھے ریستوران سے کھانا کھلایا اور گھر واپس آ گئے۔

"ابو! مجھے بازار لے چلیں، مجھے ایک چیز لینی ہے۔" فاطمہ نے ایک دن ابو سے کہا۔

"لیکن ابھی تو میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔" "میں نے اپنا جیب خرچ بچایا ہوا ہے، اسی میں سے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے چلو!" ابو نے کہا۔ پھر وہ بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں فاطمہ نے بینر لگے دیکھے۔ اس نے ابو سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا۔

"پاکستان میں جو سیلاب زدگان ہیں، ان کی مدد کے لیے ہماری حکومت نے یہ بینر لگائے ہیں اور جگہ جگہ لوگ بٹھائے ہیں جو پیسے اکٹھے کر رہے ہیں۔" انہوں نے مزید کہا۔ "جب 1999ء میں یہاں زلزلہ آیا تو بہت سے لوگ بے گھر ہو گئے۔ تب پاکستانیوں نے ہماری بہت مدد کی تھی۔" یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئے، پھر کہا۔ "پاکستانی بہت اچھے ہیں۔ اس لیے اب وہاں کے سیلاب زدگان کی مدد کے لیے حکومت یہ سب کر رہی ہے۔"

پتا نہیں کس خیال کے آنے سے فاطمہ نے کہا۔ "ابو! واپس چلیں۔"

"کیوں؟" انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"مجھے اپنی خواہش پوری کرنی ہے۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ واپس آ کر اس نے ایک سال کا جیب خرچ ابو کو تھما دیا۔

"یہ کیا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"یہ میرے ایک سال کا جیب خرچ ہے۔ یہ سیلاب زدگان کی امداد کے لیے دے دیں۔ یہ میری خواہش ہے۔"

اس کے ابو نے اسے گلے سے لگا لیا اور کہا۔ "مجھے تم پر فخر ہے۔" سب کے چہروں پہ مسکراہٹ چھا گئی۔

(دوسرا انعام: 175 روپے کی کتب)

جانوروں سے حسن سلوک

(لاریب اعجاز، فیصل آباد)

"السلام علیکم امی جان!" علی نے اسکول سے واپسی پر گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔" امی جان نے جواب دیا۔

"امی دیکھیں، میرا نیا طوطا باتیں بھی کرتا ہے...... اور پتا ہے میں نے اس کا نام مٹھو رکھا ہے۔" علی نے ماں کو پنجرہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اچھا ہے۔" ماں نے بے دھیانی سے کہا کیوں کہ یہ اس کا ہر دوسرے، تیسرے دن کا کام تھا۔

وہ اپنی جیب خرچ کا زیادہ حصہ پالتو جانور خریدنے پر خرچ کرتا تھا۔ وہ ایک درمیانے طبقے کے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا باپ ایک کمپنی کا مینجر تھا۔

وہ جانور پال تو لیتا تھا مگر اس میں یہ خراب عادت تھی کہ وہ ان کی دیکھ بھال نہیں کرتا تھا۔ نہ دانہ وقت پر ڈالتا تھا، نہ پانی۔

اس کی ماں اسے بہت سمجھاتی مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی تھی، مگر اس دفعہ علی کی دوستی نئے طوطے سے ہو گئی تھی۔ کچھ ہی دنوں میں علی کو اس سے دلی لگاؤ ہو گیا تھا اور مٹھو میاں بھی علی سے مانوس ہو گئے تھے۔

چاہے علی ٹی وی دیکھ رہا ہو یا ہوم ورک کر رہا ہو، مٹھو میاں اس کے پاس ہی ہوتے تھے، مگر علی اب بھی دوسرے پرندوں کی طرح مٹھو کی دیکھ بھال نہیں کرتا تھا۔ اس کی ماں اسے بہت سمجھاتی کہ دوستوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں مگر علی کب سنتا تھا۔

ایک دن اچانک مٹھو بیمار ہو گیا تھا، جس کی وجہ صرف اور صرف علی کی لاپروائی تھی۔ بیمار ہونے کے کچھ گھنٹوں بعد مٹھو میاں اس دارِفانی سے کوچ کر گئے تھے۔

علی جب اسکول سے واپس آیا تو اسے یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ علی کی امی نے سوچا کہ یہ اچھا موقع ہے۔ چناں چہ وہ کھانا لے کر علی کے کمرے میں گئیں اور اسے مخاطب کر کے بولیں: ”دیکھو علی بیٹا! اگر تم اتنی لاپروائی سے کام نہ لیتے تو آج ایک اچھے دوست سے ہاتھ نہ دھونے پڑتے۔ اگر تم وقت پر دانہ پانی ڈالتے، دھوپ سردی سے بچاتے تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ یہ تو ہمارے آقاؐ کا بھی حکم ہے کہ ’جانوروں سے حسن سلوک کرو، ان پر ظلم نہ کرو، ان کی طاقت سے بڑھ کر ان پر بوجھ مت ڈالو۔‘

تو مسلمان ہونے کے ناتے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم آقائے دو جہاںؐ کی پیروی کریں۔

مجھے اُمید ہے کہ تم میری باتوں پر غور کرو گے اور اپنے اندر واضح تبدیلیاں لاؤ گے یا پھر یہ شوق چھوڑ دو گے۔“

علی نے اقرار میں سر ہلایا، جیسے اس کے ذہن میں سب باتیں نقش ہو گئی ہوں۔

علی نے اپنی امی جان کی باتوں پر عمل کیا اور جانوروں سے حسن سلوک سے پیش آنے لگا۔

(تیسرا انعام: 125 روپے کی کتب)

اب پچھتائے کیا ہوت

(احمد حسام الدین، لاہور)

وہ ایک سرد رات تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور کئی دنوں سے فاقے سے تھا۔ وہ اپنے غرور اور لاپروائی پر پچھتا رہا تھا۔ مزمل ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے ماں باپ نے اسے دُنیا بھر کی ہر نعمت سے نوازا تھا۔ وہ کوئی چیز مانگتا تو ماں باپ پلک جھپکتے میں اس کے سامنے لا کر رکھ دیتے تھے۔ اسی لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا۔ اس کے اندر غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس کے خوشامدی دوست دن رات اس کے آگے پیچھے پھرتے رہتے اور اس کی جھوٹی تعریفیں کر کے اس کی دولت ہڑپ کرتے رہتے۔ مزمل کے ماں باپ اس سے بہت پریشان تھے۔ وہ اسے دن رات سمجھاتے رہتے تھے۔ انہوں نے اس کو شہر کے سب سے معیاری اسکول میں داخل کروایا تھا لیکن اس کی بدتمیزیوں اور لگاتار فیل ہونے کے سبب اسے اسکول سے نکال دیا گیا۔ اب مزمل جس اسکول میں بھی جاتا اسے وہاں سے نکال دیا جاتا۔ اس کی ماں اسے سمجھاتی رہتی کہ پڑھنے کی طرف توجہ دو لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ وہ اسی طرح آوارہ گردیاں کرتا رہا۔ ایک دن اس کے والد کی طبیعت بُری طرح خراب ہو گئی۔ ان کا بہت علاج کروایا لیکن ان کی طبیعت بگڑتی چلی گئی اور آخر کار اس کے والد اس دُنیا سے چلے گئے۔ ان کے علاج پر پہلے ہی بہت پیسہ خرچ ہو چکا تھا لیکن مزمل کو اب بھی ہوش نہ آیا۔ مزمل کی ماں سوچتی رہتی کہ اب وہ اپنا اور مزمل کا پیٹ کیسے بھرے گی۔ اسی فکر میں گھلتے گھلتے ان کی طبیعت بھی حد سے زیادہ بگڑ گئی اور وہ بھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی۔ اب مزمل کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ وہ اپنے دوستوں کے پاس مدد مانگنے گیا لیکن کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ اب مزمل کافی دنوں سے فاقے سے تھا۔ اس کو اپنے ماں باپ کی نصیحتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش اس نے اپنی والدہ کی نصیحتوں کو سن لیا ہوتا۔ ان پر عمل کیا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنے کو نہ ملتا۔ اسے اپنے کیے پر پچھتاوا تھا لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

(چوتھا انعام: 115 روپے کی کتب)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شوق کی قربانی

(محمد حسنات حمید، کاموکی)

"ایک روپیہ، دو روپے، پانچ روپے اور یہ بیس روپے۔ اتنے دنوں میں صرف بیس روپے اور ابھی دو سو روپے کتنی دور کی بات ہے۔" شاہد نے اپنے آپ سے کہا۔

اسکول سے واپسی پر شاہد روز کھلونوں کی اس بڑی دکان کے سامنے سے گزرتا جہاں ایک خوب صورت شوکیس میں ایک سائیکل پر سوار بھالو ہیٹ پہنے رکھا تھا۔ شاہد نے جب پہلی دفعہ اس کھلونے کو دیکھا تو اس کا جی چاہا، کاش! یہ مجھے مل جائے مگر اس بھالو کی قیمت دو سو روپے تھی اور شاہد کو صرف پانچ روپے جیب خرچ ملتے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈیڑھ ماہ کی بچت کے بعد ہی وہ یہ من پسند کھلونا خرید سکتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے ابا سے بھی خواہش ظاہر کی مگر باپ نے اسے یوں ہی ٹال دیا۔ شاہد کی عادت ضد کرنے کی نہ تھی، اس لیے وہ خاموش ہو گیا مگر اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے جیب خرچ کو جمع کر کے بھالو ضرور خریدے گا۔

پورے ڈیڑھ ماہ کی بچت کے بعد اس کے پاس دو سو روپے جمع ہو گئے تھے۔ اس نے سوچا کہ کل اسکول سے آتے ہوئے وہ یہ بھالو خریدے گا۔ وہ خواب میں بھی ساری رات بھالو کے ساتھ کھیلتا رہا۔ صبح اٹھتے ہی اس نے پیسوں کو احتیاط سے ڈبے میں رکھا۔ ابھی اسکول جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ابا جان ہاتھ میں اخبار لیے ہوئے اندر آئے اور انہوں نے بتایا کہ ملک کے شمالی حصہ میں زبردست زلزلہ آیا ہے اور ہزاروں بچے، بوڑھے، جوان اس زلزلہ میں بے سروسامان ہو گئے ہیں۔

شاہد نے جیسے ہی یہ سنا، سناٹے میں آ گیا۔ اس کی نگاہوں میں بے گھر بچے گھوم گئے جو اس زلزلہ میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھے تھے۔

اسکول میں بھی شاہد بہت دیر تک ان بچوں کے متعلق سوچتا رہا۔ اتفاق سے آج جغرافیہ کا سبق بھی زلزلہ اور طوفان سے متعلق تھا۔ سبق کے دوران ملک کے شمالی حصہ کے متعلق اسے بہت کچھ بتایا گیا لیکن جب اسکول میں چھٹی کی گھنٹی بجی اور شاہد بچوں کے ساتھ اسکول سے باہر نکلا تو اس کے ساتھ ہی ان بے بس بچوں کا خیال بھی اس کے دماغ سے نکل چکا تھا۔ اب تو اسے دکان تک پہنچنے کی جلدی تھی۔

دکان پر پہنچتے ہی اس کا ہاتھ فوراً جیب میں پہنچ گیا اور یک دم اس کے ہاتھ میں دو سو روپے آ گئے۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور اس نے دکان دار سے بھالو کا سودا طے کیا۔ دکان دار نے بھالو نکال کر میز پر رکھا۔ شاہد نے بھالو کے خالی پیٹ میں چابی بھری اور شیشے کے شفاف اور چکنے شوکیس پر چھوڑ دیا۔ بھالو میاں اپنا سر ہلاتے ہوئے پیڈل پر پاؤں مار کر سائیکل چلانے لگے۔

شاہد کے چہرے پر خوشی کے مارے پھلجڑیاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے دکان دار سے کہا کہ وہ کھلونا ڈبے میں باندھ دے۔ دکان دار نے فوراً کھلونے کو ڈبے میں رکھ کر اوپر سے لپیٹ دیا۔ ابھی وہ اخبار کے اوپر نیلے رنگ کا ربن باندھ ہی رہا تھا کہ شاہد کی نظر اچانک ایک بچے کی تصویر پر پڑی جو مدد کے لیے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اور اس کے نیچے موٹے حروف میں لکھا تھا۔ "ملک کے شمالی حصے کے ہزاروں بچے آپ کی مدد کے لیے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔" شاہد جیسے کسی نیند سے چونک کر بولا: "معاف کرنا، یہ کھلونا میں پھر کبھی خرید لوں گا۔"

دوسرے دن شاہد نے صدر کے امدادی فنڈ میں پورے دو سو روپے جمع کرا دیے اور اس کام میں اس نے اپنے اُستاد کی مدد لی۔ اُستاد نے اس کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ دوسرے لڑکوں کے سامنے اس کی مثال دی۔ بس پھر کیا تھا، دوسرے ہی دن سے لڑکوں نے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا اور امدادی فنڈ کے لیے اچھی خاصی رقم جمع ہو گئی۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے جس روز ساری رقم امدادی فنڈ میں بھجوائی، اس روز اسکول کے لان میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ اس میں انہوں نے سارے اسکول کے سامنے شاہد کی بہت تعریف کی اور بتایا کہ اس نے نیک کام کے لیے اپنے شوق کو کس طرح قربان کر کے دکھایا۔

اسکول کی طرف سے شاہد کو انعام بھی دیا گیا۔ یہ انعام کیا تھا، کسی کو معلوم نہ تھا۔ شاہد اور اس کے ساتھی بے چین تھے کہ اس ڈبے میں کیا ہے۔ جیسے ہی جلسہ ختم ہوا، بچوں نے خوشی سے شاہد کو گلے لگایا اور جب شاہد نے اپنے دوستوں کے جھرمٹ میں اس ڈبے کو کھولا تو اس میں گول گول آنکھوں والا بھالو سائیکل پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

(پانچواں انعام: 95 روپے کی کتب)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہمارے ہیرو

غلام حسین میمن

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

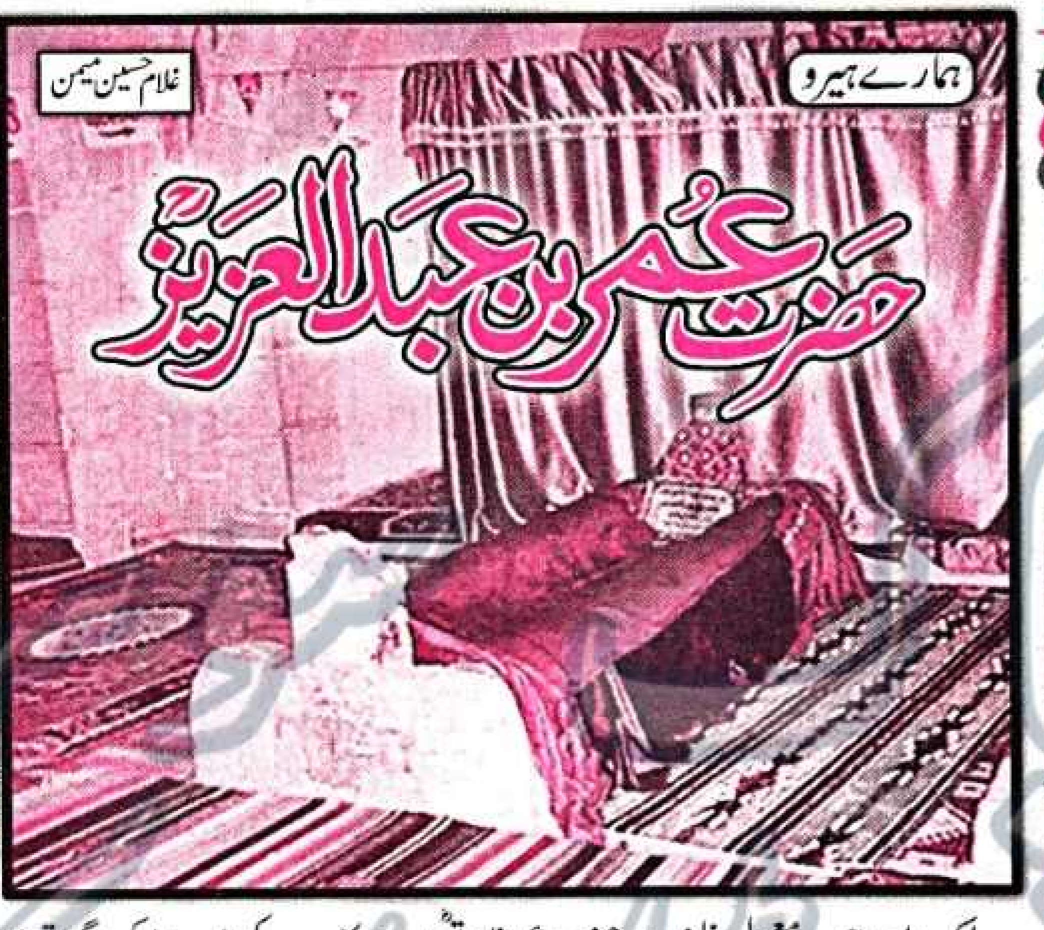

ایک رات حسبِ معمول خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ مدینے کا گشت کر رہے تھے کہ ایک دیوار کے کنارے تھک کر بیٹھ گئے۔ گھر کے اندر ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ اُٹھ کر دودھ میں پانی ملا دے، لیکن لڑکی نے کہا کہ امیر المومنین نے منادی کرا دی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا کہ اس وقت عمرؓ اور اس کے منادی کرانے والے نہیں دیکھ رہے، تم دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے جواب دیا: ”اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں امیر المومنین کی اطاعت کروں اور تنہائی میں ان کی نافرمانی کا داغ اپنے دامن پر لگاؤں۔“

حضرت عمرؓ نے یہ تمام گفتگو سنی اور صبح اپنے صاحبزادے حضرت عاصمؓ کو اس عورت اور لڑکی کا پتا لگانے کے لیے بھیجا۔ معلوم ہوا کہ ماں بیوہ ہے اور لڑکی کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ کی خواہش پر ان کے صاحبزادے حضرت عاصمؓ نے اس لڑکی سے شادی کی۔ اس سے ان کی بیٹی ام عاصم پیدا ہوئی۔ انہی امِ عاصم کے صاحبزادے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے، جو 61ھ میں مدینے میں پیدا ہوئے۔ وہ تاریخ اسلام میں بنو اُمیہ کے عظیم علمی شخصیت اور مضبوط کردار کے حامل خلیفہ رہے۔ اس اعتبار سے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پرنانا ہوئے۔ حضرت عمرؒ کے والد عبدالعزیزؒ مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عمرؒ نے بچپن میں قرآنِ مجید حفظ کیا اور عربی زبان و شعر و شاعری کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے حدیث کا علم حاصل کیا۔

ان کے والد عبدالعزیزؒ کے انتقال کے بعد ان کے چچا عبدالملک نے اپنی لڑکی فاطمہ سے ان کی شادی کرا دی۔ 87ھ میں انہیں مدینے کا گورنر مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اپنے دور میں مسجدِ نبویؐ کی از سرِنو تعمیر کروائی اور اسے خوب صورتی سے مزین کرایا۔

ایک روز انہیں ایک مجرم کو سخت سزا دینے کا حکم ملا۔ انہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی سخت سزا دلوائی۔ بعد میں وہ مجرم سزا کی تاب نہ لا کر مر گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی پریشانی دیدنی تھی۔ انہوں نے اس پشیمانی میں گورنری سے استعفیٰ دے دیا۔ ایک بار خلیفہ سلیمان بن عبدالملک سفر پر نکلے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت عمرؒ نے اپنا سامان اور تھیلا پہلے سے نہیں بھجوایا۔ منزل پر پہنچنے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے خیمے میں چلا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کہیں نظر نہ آئے۔ خلیفہ نے تلاش کرایا تو وہ ایک درخت کے نیچے اس حال میں ملے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ رونے کی کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”مجھے رونا اس بات پر آ رہا ہے کہ کل قیامت کے دن کیا ہوگا؟ آج ہم نے جو چیز بھیجی ہے وہ ہمیں مل گئی۔ اسی طرح ہم دُنیا میں رہ کر اچھے اعمال بھیجیں گے تو وہ ہمیں قیامت کے دن ملیں گے۔“

جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق 99ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے۔ اس بار خلافت کے بوجھ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نڈھال تھے۔ ان کے دور کا سب سے بڑا اور قابلِ قدر کام یہ رہا کہ انہوں نے اموی خلفاء کی جانب سے عوام کی مال و دولت کے ہتھیانے کا سختی سے نوٹس لیا اور انہیں اصل مالکان تک پہنچانے کے لیے اقدامات کیے۔ اس مرحلے پر انہیں کافی مزاحمت اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، مگر ان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

کے عزم اور حوصلے میں کوئی کمی نہ آئی۔ انہیں بغاوت کا بھی ڈر رہا مگر انہوں نے اس کی بھی پروا نہ کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی جاگیریں بھی ان کے اصل مالکان کو واپس کر دیں۔ انہوں نے خلیفہ بننے کے ساتھ ملنے والے بیش قیمت لباس اور مہنگے عطر بھی بیت المال میں جمع کرا دیئے، حالاں کہ اس سے پہلے اموی خلیفہ ان شاہانہ لباس کا استعمال کرنا اور مہنگی خوشبوئیں لگانا اپنا حق سمجھتے تھے۔

خلیفہ بننے سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی نفیس لباس پہنتے تھے۔ وہ دن میں کئی بار قیمتی لباس بدلتے رہتے تھے۔ وہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ خوش لباس انسان سمجھے جاتے تھے۔ جب مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو اللہ کے خوف نے ان کے اندر یہ تبدیلی پیدا کر دی کہ وہ سادگی پسند ہو گئے اور اپنا کام خود کرنے لگے۔

ان کے دور کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بیوہ عورت کی پانچ بیٹیاں تھیں۔ وہ ان کی شادی کی فکر میں گھلی جا رہی تھی۔ وہ کسی امید کے سہارے خلیفہ کے دروازے تک آئی۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دروازے پر کوئی نگران یا پہرے دار نہیں تھا۔ وہ بڑی آسانی سے خلیفہ کی بیوی تک جا پہنچی۔ وہ اپنی حاجت بیان کرنے لگی کہ اسی دوران ایک آدمی گھر میں آیا۔ گھر کے کنویں میں ڈول ڈال کر پانی نکالا اور یہ پانی برابر میں رکھی مٹی پر ڈالنے لگا۔ وہ عورت ایک طرف ہو گئی اور اس نے خلیفہ کی بیوی سے بھی کہا کہ اس آدمی سے پردہ کر لو، وہ تمہیں ہی دیکھے جا رہا ہے۔ خلیفہ کی بیوی کے جواب سے اس بیوہ عورت کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

انہوں نے کہا: ”یہ میرے شوہر اور امیر المومنین ہیں۔“

اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت روم سے دیوار چین تک اور اندلس کے آخری گوشے سے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ بعد میں امیر المومنین کام سے فارغ ہوئے تو اس عورت کے متعلق پوچھا اور اس کی غرض کے مطابق گورنر عراق کے نام اس کی بیٹیوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ حکومت کا ایک انداز، جو اتنا روشن اور صاف ہے کہ لوگ انہیں پانچواں خلیفہ راشد بھی کہتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ بننے کے بعد گھر کا ایک ایک نگینہ بیت المال میں جمع کرا دیا اور اپنے خاندان کو ملنے والے تمام وظائف بھی بند کرا دیئے۔ انہیں شاہی سواری پیش کی گئی تو انہوں نے واپس کرتے ہوئے فرمایا: ”میرے لیے میرا خچر ہی کافی ہے۔ انہوں نے تمام قیمتی سواریوں کو فروخت کر کے ان کی رقم بیت المال میں جمع کرا دی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ غصب شدہ مال اور جاگیریں اصل مالکان کو واپس دلوانا ہے۔ ان کے اس کام کا باغیوں پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں اپنی سرگرمیاں بند کر دیں۔

آپؒ کے دور میں مسلمانوں سے جزیہ (ٹیکس) لینے پر پابندی لگا دی گئی۔ اس سے قبل نومسلموں سے بھی جزیہ لیا جاتا تھا۔ جزیہ لینے پر پابندی کا اثر یہ ہوا کہ ٹیکس کی آمدنی گھٹتی گئی مگر آپؒ نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔ ان کا کہنا تھا کہ نبی کریم ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، ماحصل (ٹیکس لینے والے) نہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیت المال کی حفاظت کا نظام بھی بہتر بنایا۔ انہوں نے سرکاری اخراجات کو کم کرنے کے لیے بھی کئی اقدامات کیے۔ ملک کے معذور لوگوں کی فہرست بنوا کر ان کا وظیفہ مقرر کرایا۔ شراب کو مسلمانوں کے شہروں میں لانے پر پابندی لگائی۔ احادیث کی حفاظت اور اشاعت کا معقول انتظام کروایا۔

روزانہ نمازِ عشاء کے بعد تنہائی میں بیٹھ جاتے اور رو رو کر دعائیں کرتے۔ جب لوگ اس بارے میں دریافت کرتے تو فرماتے: ”تم لوگ رونے پر مجھے ملامت نہ کیا کرو۔ اگر فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی مر جائے تو اس کے بدلے میں عمرؒ پکڑا جائے گا۔“

ان کا دورِ حکومت صرف دو سال پانچ مہینے رہا، لیکن اس مختصر عرصے میں حکمت اور جرأت سے بھرپور فیصلوں اور اقدامات کی بدولت وہ تاریخ اسلام میں عمرِ ثانی کہلائے۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اپنے لیے سرکاری باورچی خانے سے پانی تک گرم نہ کرواتے تھے اور سرکاری مال خانے سے کوئی کھانے کی چیز گھر میں نہ آنے دیتے تھے۔

رجب 101ھ میں بیمار ہوئے۔ اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپؒ کی بیماری طبعی تھی۔ دوسری یہ کہ ایک خادم نے ایک ہزار اشرفیاں اجرت لے کر آپؒ کو زہر دیا تھا۔ آپؒ کو دورانِ بیماری ہی زہر کا علم ہو گیا، مگر آپؒ نے غلام سے کوئی انتقام نہ لیا، بلکہ اشرفیاں اس سے لے کر بیت المال میں داخل کروا دیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ چند دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کتاب کا عالمی دن

رانا محمد شاہد

"اس قوم کو علم و حکمت کی کیا قدر جو مہنگا جوتا خریدنے میں فخر اور سستی کتاب لینے میں دقت محسوس کرے۔ ایسا کیوں نہ سمجھا جائے کہ اس قوم کو کتابوں سے زیادہ جوتوں کی ضرورت ہے۔" اشفاق احمد صاحب کا یہ جملہ کتاب کے حوالے سے ہماری مجموعی صورت حال کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے۔

کتاب کو انسان کا بہترین رفیق کہا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف انسان کو تفریح مہیا کرتی ہے بلکہ اسے مختلف زمانوں، تاریخ اور معاشرتی تقسیم کے حوالے سے بھی معلومات فراہم کرتی ہے۔ کتاب درحقیقت انسان کے جذبات و احساسات کی بہترین ترجمان بھی ہے۔ انسان دنیا کے کسی شخص کے ساتھ جو بات نہ کہہ سکے، وہ تحریری صورت میں لکھ لیتا ہے۔ آج کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے آنے سے بھی کتاب کی اہمیت کم نہیں ہوئی کیوں کہ کتاب کا ایک اپنا الگ مقام ہے۔

کتابیں دُنیا کے ہر حصے میں چھپتی ہیں، جہاں بین الاقوامی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ علاقائی معلومات کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ آج امریکہ وہ ملک ہے جہاں سب سے زیادہ کتابیں چھپتی ہیں، حالاں کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی بنیاد رکھنے والا بھی یہی ملک ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ کے لیے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے زیادہ کتاب کی اہمیت ہے۔ یعنی آج کے آن لائن دور میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کتابوں کے رسیا ہیں۔ ایسا ہی کچھ دل فریب نظارہ آپ کو واشنگٹن میں جابجا دیکھنے کو ملے گا جہاں علم سے محبت کرنے والوں نے "واشنگٹن لٹل لائبریری" نامی منفرد پراجیکٹ کا آغاز کیا ہے۔ اس پروجیکٹ کے تحت آپ کو گھروں کے باہر چھوٹے چھوٹے منفرد کتب خانے ملیں گے۔ گھروں کے باہر لان میں بنائی گئی ان لائبریریوں کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کتابوں کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں۔ ان کتابوں کے حصول کے لیے نہ تو کوئی فیس دینا پڑتی ہے اور نہ ہی لائبریرین سے کوئی درخواست کرنا پڑتی ہے۔ صرف ایک اصول کے تحت آپ کتاب حاصل کر سکتے ہیں کہ کتاب لیں، پڑھیں اور واپس کر دیں۔ 2011ء سے شروع ہونے والے اس پروجیکٹ میں زیادہ تر بچوں کی کتابیں رکھی گئی ہیں۔

کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ امیر تیمور جو دُنیا کا عظیم فاتح گزرا ہے، اس نے 42 کے قریب ممالک فتح کیے تھے۔ دولت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ وہ اپنی دولت گھوڑوں اور مال بردار جانوروں پر لاد کر لاتا تھا اور یہ سینکڑوں گھوڑے اور مال بردار جانور قطار میں سمرقند پہنچتے تھے اور یہ کسی ایک مہم کی دولت ہوتی تھی۔ دلچسپ بات یہ کہ امیر تیمور کی یہ نہ ختم ہونے والی دولت اور اس کے 42 مفتوح ممالک سب زمانے کی گرد سے مٹ گئے لیکن تیمور کی ایک چیز کو گزرا وقت بھی نہ مٹا سکا اور وہ تھی اس کے ہاتھ سے لکھی گئی کتاب یعنی اس کی سوانح عمری "میں ہوں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تیمور۔" مؤرخین کے مطابق امیر تیمور نے یہ کتاب فارسی میں لکھی تھی۔ یہ ادھوری کتاب تیمور کی موت یعنی 1405ء کے وقت ختم ہو گئی، مگر قلمی نسخہ کی صورت مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی 1783ء میں پہلی دفعہ برطانیہ سے شائع ہوئی۔ پھر 40 مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ اب یہ 232 برسوں سے شائع ہو رہی ہے اور امیر تیمور کا نام اور کام زندہ رکھے ہوئے ہے۔ یہ کتاب کی عظمت ہے کیوں کہ علم اور کتاب کو زوال نہیں۔

مسلمانوں کے ماضی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا ماضی مطالعہ، تحقیق اور کتب سے عبارت رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ترقی کی بنیاد مسلمانوں کی تحقیق نے ہی رکھی تھی۔ مسلمانوں نے بہت بڑے اور نامور سائنس دان پیدا کیے۔ بو علی سینا، جابر بن حیان، ابن الہیثم، ابو ریحان البیرونی، محمد بن زکریا، رازی اور عمر خیام نے علم و حکمت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ علماء کرام میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ 15 ویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 60 سال کی عمر میں عربی زبان میں 561 کتب تصنیف فرمائیں۔ امام محمد غزالی نے 54 سال کی عمر میں 80 کے قریب کتابیں لکھیں۔ ان کی لکھی کتب میں "احیائے علوم" اور "کیمیائے سعادت" شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں۔ چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہونے والے امام ابن الجوزیؒ نے تقریباً 340 کتابیں لکھیں۔ ان کی اکثر کتابوں کی 10 سے 20 جلدیں ہیں جب کہ ان کا اپنا کہنا تھا کہ انہوں نے 2000 جلدیں اپنے ہاتھوں سے لکھیں۔

کتابوں کا مطالعہ ہمارے اسلاف کے لیے کیا اہمیت رکھتا تھا؟ مشہور محقق امام رازیؒ کو اس بات کا افسوس ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت مطالعہ کے بغیر گزر گیا۔ امام شافعیؒ کے شاگرد امام مزنیؒ نے اپنے اُستاد کی ایک کتاب کا مطالعہ پچاس برس تک کیا۔ وہ لکھتے ہیں۔ "ہر مرتبہ کے مطالعے سے مجھے نئے نئے فوائد حاصل ہوئے۔" حکیم جالینوس سے کسی نے پوچھا۔ "آپ اپنے دوسرے ساتھیوں سے علم اور حکمت میں کیسے نمایاں مقام تک پہنچ گئے؟" انہوں نے جواب میں کہا۔ "میں نے کتابیں پڑھنے کے لیے چراغ کے تیل پر اس سے زیادہ خرچ کیا، جتنا لوگ کھانے پینے پر خرچ کرتے ہیں۔" حضرت رشید احمد گنگوہیؒ مطالعے میں اس درجہ محو رہتے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اُٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر تک نہ ہوتی۔ امام زہریؒ جب مطالعے کے لیے بیٹھتے تو ارد گرد کتابوں کا ڈھیر ہوتا۔ ان کتابوں کے مطالعے میں اس قدر محو ہوتے کہ کسی چیز کا ہوش نہ رہتا۔ مولانا منہاج الدین زمانہ طالب علمی میں لاہور سے دہلی گئے۔ پاس کچھ بھی نہ تھا۔ دُکان داروں کے کام کر کے اجرت کے طور پر ان سے آٹا اور گھی لے لیا کرتے۔ مطالعے کا اس قدر جنون تھا کہ رات کو آٹے کا چراغ بنا کر اس میں گھی ڈال لیتے۔ اس چراغ کی روشنی سے رات بھر مطالعہ کرتے۔ دن نکلتا تو اس آٹے کی روٹی بناتے اور کھا لیتے اور اسی پر قناعت کرتے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اتنی شہرت ملی کہ سلطان بہلول لودھی کے دور میں دہلی کے مفتی مقرر ہوئے۔

ہمارا المیہ تو یہی ہے کہ ہمارے آباء و اجداد کتاب سے بہت محبت رکھتے تھے جب کہ ہم کہیں اور نکل گئے۔ افسوس کا مقام تو یہ بھی ہے کہ ہمارے اسلاف کی محنت یعنی تقریباً چار لاکھ غیر مطبوعہ کتابیں لندن کی انڈیا آفس لائبریری کا حصہ ہیں۔ عربی، فارسی، ترکی اور اُردو زبان پر مشتمل قلمی نسخوں کی ایک بڑی تعداد یہاں موجود ہے۔ ہلاکو خان جب بغداد پر حملہ آور ہوا تو بغداد کی شاہی لائبریری میں لاکھوں کی تعداد میں کتابیں موجود تھیں جنہیں تاتاریوں نے جلا کر دریائے دجلہ میں بہا دیا۔ پندرہویں صدی عیسوی کے آخر میں جب وہاں اسلامی حکومت کا خاتم ہوا تو غرناطہ کی بڑی لائبریری کو ملکہ ازابیلا کے حکم پر جلا دیا گیا۔ یہ سب اس دور کی باتیں ہیں جب مسلمان کتابیں پڑھنے اور انہیں جمع کرنے کا شوق رکھتے تھے اور اسی وجہ سے دُنیا ان کے زیرِ نگیں تھی۔ ایک انگریز محقق برناڈلیوس اپنی کتاب "The Crisis of Islam" میں لکھتا ہے۔

"دُنیا میں ستائیس ممالک ایسے ہیں جہاں سب سے زیادہ کتابیں فروخت ہوتی ہیں۔ ان ستائیس ملکوں میں ایک بھی مسلمان ملک نہیں۔ پوری عرب دُنیا میں ہر سال صرف تین سو تیں کتابوں کے تراجم شائع ہوتے ہیں جب کہ ایک چھوٹے سے یورپی ملک یونان میں اس سے چار گنا زیادہ تراجم ہوتے ہیں۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ہم نوجوان نسل کو کتاب کی طرف راغب کریں۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم علم اور کتاب کی اہمیت کو سمجھیں گے۔ کتابوں کو فٹ پاتھوں پہ نہیں بلکہ ہماری لائبریریوں اور ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔

ہر سال 6 مارچ، کتاب کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ دن ہمیں اس خیال کے تحت منانا چاہیے کہ ہم بھی اپنے اسلاف کی طرح مطالعہ، تحقیق و تصنیف پر توجہ دیتے ہوئے وہ مقام پھر سے حاصل کریں گے جو کبھی ہمارے پاس تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

مدیرہ تعلیم و تربیت، السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ میں پچھلے چار سال سے تعلیم و تربیت کی قاری ہوں لیکن آج پہلی بار حصہ لے رہی ہوں۔ اُمید کرتی ہوں کہ میرا خط ردی میں نہیں جائے گا۔ مارچ کے شمارے کے لیے ایک عدد کہانی بھی بھیج رہی ہوں۔ اگر تحریر مناسب لگے تو آپ بھی لکھیے میں ضرور شامل کیجیے گا۔ تعلیم و تربیت بہت اچھا جا رہا ہے۔ ہر دفعہ ایک سے بڑھ کر ایک کہانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو دن دگنی اور رات چوگنی کام یابی دے۔ آمین!

(اریبہ کامران، اسلام آباد)

☆ خط لکھنے کا شکریہ! کہانی معیاری ہوئی تو ضرور شائع کریں گے۔ ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ رکھیں۔

کیسی ہیں آپ؟ اللہ، دیکھیں ہم پھر حاضر ہو گئے۔ آپ کو بُرا تو نہیں لگا؟ اور لگ بھی رہا ہے نا! تو ہم کیا کریں بھئی۔ ویسے ہی ایک ماہ بعد تو خط لکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ورنہ تو دُنیاوی نقطۂ نگاہ سے خطوط لکھنے کا تناسب تو ختم ہوتا جا رہا ہے۔ آفرین ہے کہ خطوط کو زندہ کس نے رکھا ہے۔ پتا ہے نا! یہ اخبارات، رسائل، ڈائجسٹ والوں نے۔ اس لیے اس موقع پر ہم دیوانہ وار خط لکھتے ہیں۔ ویسے راز کی بات بتائیں۔ انچارج جی! ہمارے خطوط آپ کی سمجھ میں بھی آتے ہیں یا بس یوں ہی آپ کے دماغ کے پاس سے گزر کر ٹاکم ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔ سچ بتائیں، ورنہ...... ورنہ یہ کہ ہم نے کون سا آپ کا کچھ بگاڑ لینا ہے۔ انچارج جی، مدیرہ جی، میری دعائیں آپ کے لیے ہیں۔

(نازیہ نزی، نوشہرہ کینٹ)

☆ آپ کا خط سمجھ میں آیا ہے تو شائع کر دیا ہے۔ اتنا خوب صورت اور دل چسپ خط لکھنے کا شکریہ۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت سے ہوں گے۔ فروری کا شمارہ حقیقت میں زبردست تھا۔ ”رابعہ کا مٹھو“ بہترین کہانی تھی، مگر میرے خیال میں ظالم کا ہاتھ توڑنا ہی ظلم کا علاج ہے۔ سفارتی کوششیں تو دہائیوں سے جاری ہیں۔ باقی شمارہ بھی بہت اچھا تھا۔ ایک کہانی ”تقریر“ ارسال کر رہا ہوں۔ پلیز! اگر معیاری ہو تو ضرور شائع کر دیں۔ اتنے اچھے کام پر ”تعلیم و تربیت“ کی پوری ٹیم کو میری جانب سے مبارک باد! آخر میں چند تجویزیں دیتا ہوں۔ اوّل یہ کہ قسط وار ناول آٹھ قسطوں سے متجاوز نہ کریں۔ عموماً چھ یا سات اقساط پر مشتمل ناول شامل کیا کریں۔ دوم یہ ہے کہ براہ مہربانی ”کھیل دس منٹ کا“ کا سلسلہ ختم کر دیں۔ سوم یہ ہے کہ کسی بھی سلسلے میں حصہ لینے والوں کے نام بذریعہ قرعہ اندازی کے بجائے تمام نام شامل کریں۔ اس سے ہماری حوصلہ افزائی ہوگی۔ ویسے مثبت خطوط تو ہر کوئی شامل کر لیتا ہے مگر تنقیدی خطوط کوئی بھی شامل نہیں کرتا۔ پھر بھی اُمید ہے کہ شائع ہو جائے گا۔

(حضرت امین، پشاور)

☆ تعریف کا شکریہ! ہم تنقیدی خطوط بھی شائع کرتے ہیں۔ ہم ہمیشہ مثبت تنقید کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

اس ماہ کا تعلیم و تربیت پڑھ کے بہت مزہ آیا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ حمد اور نعت پڑھ کر اچھا لگا۔ نیا ناول پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ کہانی رابی کا مٹھو، کوا اور چڑیا، اگی اشتم پشتم! واہ وا اور باقی تمام کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ میں تعلیم و تربیت دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ میں نہم جماعت کا طالب علم ہوں۔ خط لکھنے کی زحمت پہلی بار کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ میرا خط ردی کی ٹوکری کی زینت نہیں بنے گا۔ میری دعا ہے کہ تعلیم و تربیت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین!

(حمزہ عبداللہ، لاہور)

فروری کے شمارے میں ایڈیٹر کی ڈاک میں پیارے پیارے بچوں کے خطوط پڑھے جن سے بچوں میں تعلیم و تربیت سے محبت کا اندازہ ہوا۔ بے شک اس میں آپ اور تمام ٹیم کی گراں قدر کاوشوں کا اہم کردار ہے جس کے لیے آپ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ تعلیم و تربیت ایک عرصے سے معیاری تحریریں شائع کر کے بچوں میں علمی، فکری اور ذہنی نشوونما اُجاگر کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ۔ اس شمارے میں مسکراہٹیں ہنسی کا باعث بن گئیں۔ آپ بھی لکھیے سلسلہ کی ساری کہانیاں پسند آئیں۔ کھوج لگائیے سلسلہ کی خوبی یہ ہے کہ ذرا سا ذہن پر زور دینے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ ہر ماہ کہاوت کہانی خوب ہوتی ہے۔ دوسرے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سلسلے ذائقہ کارنر، انسائیکلوپیڈیا، بوجھو تو جانیں، میری بیاض سے، یہ سب اپنی مثال آپ ہیں۔ اس دفعہ سرورق سے ہی اندازہ ہو گیا کہ اندرونِ خانہ کیا ہے؟ المختصر تعلیم و تربیت آج کے دور میں بچوں کا صحیح رہبر ہے۔ (علینہ احمد، راول پنڈی)

تعلیم و تربیت کی پوری ٹیم کو بہت بہت مبارک ہو۔ ویسے تو ہمیں آپ سے کوئی شکوہ شکایت نہیں ہے۔ بس ذرا سی دل کی مراد پوری کر دیں کہ تعلیم و تربیت کی تاریخ تھوڑی زیادہ کر دیں۔ پچھلے ماہ ہم میں سے کسی دوست کو بھی یہ پیارا تعلیم و تربیت نہیں ملا۔ ہم نے اتنی تحریریں بھیجی تھیں وہ بھی دیکھ نہیں پائے کہ شائع ہوئی ہیں یا نہیں۔ پلیز! ہم سب دوستوں کی یہی تمنا ہے کہ آپ لوگ اس رسالے کی تاریخ تھوڑی زیادہ کر دیں۔ زیادہ نہیں تو 10 سے 15 تک ہی کر دیں۔ اس دفعہ بھی ہم کزنیں اور دوستیں مل کر کچھ تحریریں بھیج رہی ہیں۔ پلیز! ضرور شائع کر دیں۔ اس دفعہ ہمارا دل اُداس مت کرنا۔ ہمارے خط کو ردّی کی ٹوکری کی نذر کرنے کے بجائے پلیز تھوڑی سی جگہ اس پیارے رسالے میں دے دینا۔ آپ کی بہت بہت مہربانی ہو گی اور اگر آپ نے ہمارا خط شائع نہ کیا تو ہم آپ سے ناراض ہو جائیں گے۔ اب آئیے شکوے شکایتیں چھوڑ کر تھوڑی سی تعریف اس رسالے کی بھی کریں۔ اس دفعہ کی بھی سبھی کہانیاں سپرہٹ تھیں۔ ہم سب دوستیں اسے بڑے شوق سے پڑھتی ہیں اور ہر دفعہ ہم خط لکھتی ہیں لیکن آپ جب ہمارا خط شائع نہیں کرتے تو ہمارا دل ٹوٹ جاتا ہے۔

پھول ہے گلاب کا خوشبو تو لیا کرو
لیٹر ہے غریب کا پلیز شائع تو کیا کرو

ایک دفعہ پھر سے پلیز ہمارا خط ضرور شائع کرنا، ورنہ ہم سب دوستوں کا دل ٹوٹ جائے گا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ دن دگنی رات چوگنی اور دوسرے دن پھر اس سے زیادہ ترقی دے۔ آمین! (آمنہ، ارم شہزادی، پتوکی)

☆ اتنا خوب صورت اور پیارا خط لکھنے کا شکریہ۔ رابطہ رکھیے گا۔

آپ کیسی ہیں؟ تعلیم و تربیت بہت اچھا رسالہ ہے۔ یہ ہمارے گھر کا محبوب اور پسندیدہ رسالہ ہے۔ فروری کا رسالہ بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ میں نے آپ بھی لکھیے میں حصہ لینے کے لیے کہانی لکھی ہے۔ اگر آپ کو پسند آئے تو ضرور شائع کریں اور پلیز میرا خط ردّی کی ٹوکری کی زینت نہ بنے کیوں کہ میں نے پہلی دفعہ خط لکھا ہے۔ آپ سے اگلے ماہ ملاقات ہو گی۔ ان شاء اللہ (خدیجہ گل سید، چارسدہ)

☆ کہانی معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہو گی۔ ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ رکھیں۔

فروری کا ماہنامہ ''تعلیم و تربیت'' کا سرورق بہت ہی دلربا تھا اور تمام کہانیاں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ اگر بات ہو ''کافی میں نمک'' کی تو شگفتہ تحریر لیکن سبق آموز۔ کیسے کیسے مہربان ہمارے، سزا اور آبیاری بھی اچھی تحریریں تھیں۔ اسکاؤٹنگ کا عالمی دن نہایت معلوماتی تحریر تھی۔ سلسلہ ہمارے ہیرو میں ''ڈاکٹر حمید اللہ'' کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا۔ ''آپ بھی لکھیے'' میں بچوں نے خوب کاوشیں کی۔ بہت خوب! باقی تمام سلسلے بھی بہت موزوں تھے۔ میں ایک کہانی، جادو کی چھڑی ارسال کر رہی ہوں۔ اگر کہانی معیاری ہوئی تو میری باری کب تک آئے گی؟ بہت شکریہ! (سدرہ عروج نیازی، میانوالی)

☆ پسندیدگی کا شکریہ!

تعلیم و تربیت ہمارا پسندیدہ رسالہ ہے۔ تمام سلسلے ہمیں بہت پسند ہیں۔ ہم اور بھی رسالے پڑھتے ہیں لیکن تعلیم و تربیت ٹاپ پر ہے کیوں کہ اس میں کہانیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ ہم خط بہت مشکل سے لکھتے ہیں اور جب شائع نہ ہو تو بہت بُرا لگتا ہے۔ ہمیں رائٹر بننے کا بہت شوق ہے جس کے لیے ہمیں آپ کی رہنمائی چاہیے، اُمید ہے کہ آپ ہماری رہنمائی ضرور کریں گی۔ (منزہ خلیل، لاہور)

☆ محترم ایس، اے قریشی صاحب! آپ نے نشان دہی فرمائی اس کے لیے آپ کے شکرگزار ہیں۔ آئندہ ایسی باتوں کا خیال رکھا جائے گا۔ آپ کی مفید آراء کے منتظر رہیں گے۔ (ایس، اے قریشی، اسلام آباد)

ان ساتھیوں کے خطوط بھی بہت مثبت اور اچھے تھے، تاہم جگہ کی کمی کے باعث ان کے نام شائع کیے جا رہے ہیں:

بنت مولا بخش، لاہور۔ عائشہ شہباز، وہاڑی۔ سید محمد شوذب نقوی، لاہور کینٹ۔ فضہ عامر، لاہور۔ رزاق علی، اٹک۔ محمد خان، موچھ۔ زبیدہ مسرت، میانوالی۔ کشف جاوید، فیصل آباد۔ سوشان اعجاز، ڈیرہ غازی خان۔ سمیعہ توقیر، کراچی۔ محمد شاہد جمعہ، لاہور۔ سدرہ عروج نیازی، میانوالی۔ شکیل الرحمان، شیخوپورہ۔ خدیجہ تحریم، رینالہ خورد۔ وقاص احمد قادری، لالہ موسیٰ۔ عائشہ مریم، سارہ فاطمہ، محمد حمزہ لغاری، شمائلہ ناز، محمد ضیاء اللہ، میانوالی۔ حافظ محمد محسن، فیصل آباد۔ سارا ارشد، سرگودھا۔ ماریہ عبدالناصر، کلورکوٹ۔ افراح سجاد، راول پنڈی۔ عبدالمعید قریشی، ٹیکسلا۔ ثوبیہ سلیم، لاہور۔ عبداللہ، ملتان۔ سعود الحسن، خانیوال۔ سجاد حیدر، کراچی۔ بشریٰ بتول، رسال پور۔ نور الامین، اسلام آباد۔ مریم نواز، فیصل آباد۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

احمد عدنان طارق

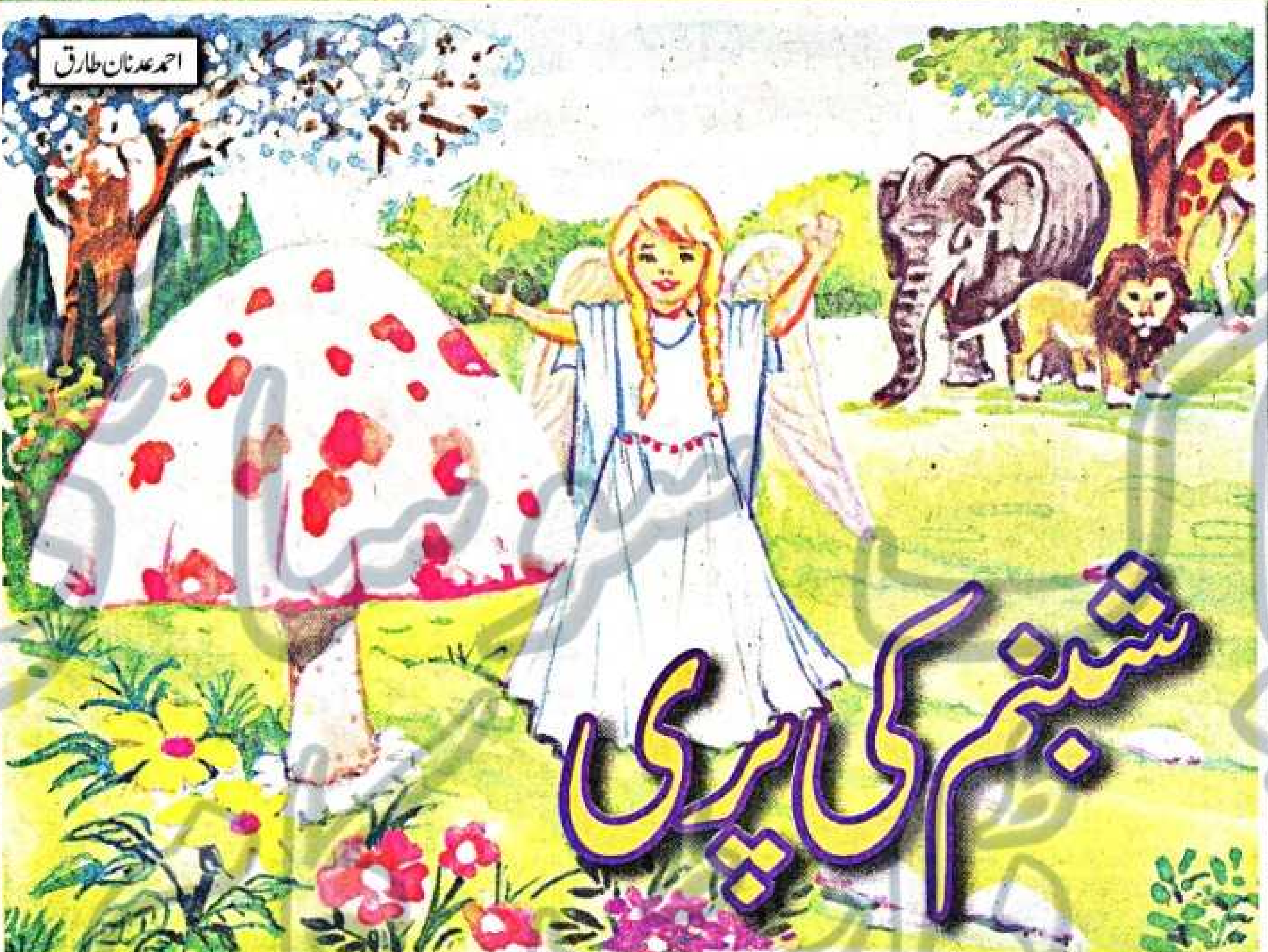

شبنم کی پری

پیارے بچو! آپ صبح سویرے اُٹھ کر کسی باغ یا باغیچے میں سیر کے لیے گئے ہوں گے۔ اگر آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے گھاس پر ننگے پیر چلے ہوں تو آپ نے سبز مخملی گھاس پر بے شمار خوب صورت شبنم کے قطرے گرے ہوئے دیکھے ہوں گے اور پھر دھیرے دھیرے جب سورج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ روشنی بکھیرنا شروع کرتا ہے تو یہ قطرے اس کی روشنی میں سچے موتیوں کی طرح چمکنے لگتے ہیں۔ شبنم کے ان قطروں کی خوب صورتی کے لیے خدائے بزرگ برتر کے بعد ہمیں شبنم کی پری کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ شبنم کی پری ہمیشہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہو کر ان شبنم کے قطروں کا خیال کرتی ہے اور جیسے ہی سورج طلوع ہوتا ہے، وہ فوراً اپنے کھمبی سے بنے گھر میں گھس جاتی ہے۔ وہ ڈرتی ہے کہ جیسے شبنم کے قطرے سورج کی گرمی سے پگھل کر غائب ہو جاتے ہیں، کہیں وہ بھی سورج کی گرمی سے پگھل کر غائب نہ ہو جائے۔

ایک دن شبنم کی پری کو سبز پتے پر لکھا ہوا ایک خط ملا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ خط کسی دوسری پری نے اسے لکھا ہے کیوں کہ پریوں کی خط و کتابت کا یہی طریقہ کار تھا۔ وہ پتوں پر تحریر لکھ کر چھوٹے چھوٹے پرندوں کو دے دیتی تھیں جو انہیں منزلِ مقصود تک پہنچا آتے تھے۔ پتے پر لکھا ہوا یہ خط بہت دُور سے آیا ہوا لگتا تھا۔ یہ خط شبنم کی پری کی چچا زاد بہن کا تھا جو جنوبی امریکہ کے جنگلوں میں رہتی تھی جہاں سارا سال بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔

بچو! میرا خیال ہے آپ نے دُنیا میں پائے جانے والے ایسے جنگلات کے بارے میں پڑھا ہو گا جہاں سارا سال بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بہت خوب صورت جگہیں ہیں جہاں ہزاروں پودے اور جانور رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ تو بچے ہیں لیکن ان جنگلوں میں حشرات الارض اور جانوروں کی سینکڑوں ایسی اقسام ہیں جنہیں انسان بھی نہیں جانتا لیکن پریاں تو یقیناً ان سب کو بخوبی جانتی ہیں۔ شبنم کی پری کی چچیری بہن کو امر بیل پری کہا جاتا تھا اور وہ خاص کام کرنے پر مامور تھی۔ ان جنگلوں میں بڑے بڑے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اُونچے درختوں پر بہت سے پودے اُگے ہوئے تھے جنہیں ہم امر بیل کہتے ہیں۔ ان پودوں کی جڑیں زمین تک نہیں پہنچتیں بلکہ بڑے درختوں کی شاخوں اور تنوں سے لپٹی رہتی ہیں۔ وہ اپنی خوراک انہی درختوں سے حاصل کرتے ہیں اور بڑے درخت بھی ان کا بُرا نہیں مانتے۔ اب ان امر بیلوں کی سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ان کے پھول اور پتیاں نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھیں جہاں بڑے درختوں کے تنوں میں بڑے بڑے سوراخ بنے ہوئے تھے جہاں بارشوں کا پانی جمع ہو جاتا تھا۔ یہ امر بیل پری کا فرض تھا کہ وہ امر بیلوں اور دوسرے چھوٹے جانوروں کے لیے یہ حوض بھرے رکھے۔ آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ ایسا کیوں تھا؟ لیکن یہ بہت ضروری تھا کیوں کہ ہزاروں کیڑے مکوڑے اور جانور اسی پانی پر گزارا کرتے تھے۔ کئی چھوٹے مینڈک تو سارا دن ان حوضوں میں مزا کرتے تھے۔ وہ زمین پر واقع کسی جوہڑ میں چھلانگیں مارنے ہرگز نہیں آتے تھے۔

امر بیل پری نے شبنم کی پری کو خط میں اپنے علاقے کا بڑا تفصیلی جائزہ لکھا تھا لیکن آخر میں جو اطلاع تھی وہ سب سے بڑھ کر تھی۔ امر بیل پری نے لکھا تھا: ”بارشیں آ رہی ہیں، حوض آج کل خود بخود بھر جائیں گے اور میں ان دنوں بالکل فارغ ہوں، لہٰذا میں تم سے ملنے آ رہی ہوں۔ صرف اس بات کا انتظار ہے کہ کوئی سمندری بگلا ادھر آپ کی طرف آئے تو میں اس پر بیٹھ کر آ جاؤں۔ شبنم کی پری یہ پڑھ کر بہت خوش ہوئی۔ وہ جلدی جلدی اپنے گھر کو صاف کرنے اور سنوارنے میں لگ گئی۔ اس نے بستر کی چادریں تبدیل کیں۔ خوب صورت اور نرم تکیے ان چادوروں پر رکھے اور بھیڑ کی اُون سے بنایا گیا گرم کمبل بستر پر رکھا۔ اب شبنم کی پری کو وقت کا بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اس کی مہمان کب آ رہی ہے لیکن اس نے آسمان پر اُڑتے ہوئے بڑے پرندوں پر نظر رکھنی شروع کر دی تاکہ اسے امر بیل پری کی آمد کا علم ہو سکے۔ آخر ایک دن جب سورج چمک رہا تھا تو اسے ایک پرندے کے چیخنے کی آواز آئی۔ وہ دوڑ کر گھر سے باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ اس کی مہمان ایک سیاہ سمندری بگلے کی پیٹھ سے اُتر کر اس کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔

”بہت بہت شکریہ! تم مجھے یہاں تک لے کر آئے۔“ امر بیل پری بولی۔

بگلے نے جواب دیا: ”شکریے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ آپ کے ساتھ سفر کرنے سے مجھے بھی مسافت کی تھکن نہیں ہوئی۔“ شبنم کی پری مہمان کے آنے پر بہت خوش تھی۔ وہ اپنی بہن کو گھر میں بڑے چاؤ سے لے کر آئی اور اسے درخواست کی کہ وہ کچھ وقت آرام کر لے کیوں کہ وہ اتنا لمبا سفر طے کر کے آئی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

امربیل پری بہت ہی بھڑکیلے رنگوں والے کپڑے جن میں سرخ، سبز اور نیلا رنگ نمایاں تھا، پہنے ہوئے تھی، ہنس کر بولی: ''ہم اپنے جنگل میں کبھی آرام نہیں کرتے۔ ہم سارا سال محنت کرتے ہیں۔ شاید یہ جنگلوں میں پائی جانے والی گرمی اور نمی کا اثر ہے جو ہمیں تھکنے نہیں دیتی۔'' شبنم کی پری حیران ہو کر بولی: ''لیکن میں تو اس قسم کے حالات بالکل پسند نہیں کرتی۔ میں تپتے سورج میں اس لیے نہیں جاتی کہ ایسا نہ ہو میں بھی شبنم کے قطروں کی طرح بخارات بن کر غائب ہو جاؤں۔'' اس کی بہن تیزی سے بولی: ''یہ تو بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ پریاں اس طرح پگھل نہیں جاتیں۔ خدا نے انہیں بڑے پیار سے بنایا ہے۔'' پھر امربیل پری نے بڑے ناقدانہ انداز سے شبنم کی پری کی طرف دیکھا اور کہنے لگی: ''تم اتنی کمزور لگ رہی ہو۔ تمہارا رنگ پیلا پڑا ہوا ہے۔ بالکل بھوت لگ رہی ہو لیکن اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں اس لیے کہ تم کبھی چمکتے سورج کی دھوپ مین باہر نہیں نکلتی۔ اب میں یہاں کچھ دیر رہنے کو آئی ہوں تو تمہیں گرمی اور روشنی کا احساس بھی دلاؤں گی۔ ذرا اپنے ٹیالے رنگ کے کپڑوں کو دیکھو۔ یہ بھی تمہاری طرح بوسیدہ لگ رہے ہیں۔'' شبنم کی پری کہنے لگی: ''میں اپنے کام میں تمہاری طرح کے بھڑکیلے اور شوخ رنگوں کے کپڑے نہیں پہن سکتی کیوں کہ صبح صبح بہت سے لوگ اپنے کتوں کے ہمراہ شبنم والی گھاس پر سیر کرنے آتے ہیں۔ بھڑکیلے کپڑوں میں مَیں فوراً دکھائی دوں گی جس سے یقیناً مجھے پکڑ لیا جائے گا۔'' امربیل پری کہنے لگی: ''ارے واقعی! کیا تمہاری دُنیا میں لوگ اتنے خطرناک ہیں۔ جنگلوں میں ریڈ انڈین ہوتے ہیں جو ہمیں پتوں پر بیٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ وہ کبھی خواب میں بھی ہمیں نقصان پہنچانے کا نہیں سوچ سکتے۔ میں یہ بھڑکیلے شوخ رنگوں کے کپڑے اس لیے پہنتی ہوں کہ وہاں پائے جانے والے جانوروں کے رنگ بھی ایسے شوخ ہیں۔ تم کبھی جنوبی امریکہ میں پائے جانے والے طوطوں کے رنگ دیکھو۔ تم نے ان کے پروں کے شوخ رنگ کبھی نہیں دیکھے ہوں گے۔ دیکھو، میں تمہارے لیے ان کی کچھ تصویریں بھی لائی ہوں۔'' شبنم کی پری نے بڑے اچنبھے سے تصویریں دیکھیں جو طوطوں اور مختلف رنگوں کے مینڈکوں کی تھیں۔ پھول بھی تھے جو بہت شوخ رنگوں کے تھے۔ شبنم کی پری جو پھول یہاں دیکھتی تھی، وہ ان رنگوں کے مقابلے میں بالکل بے جان دکھائی دیتے تھے۔

وقت گزرتا رہا، پہلے پہل تو شبنم کی پری اس جنگل کی کہانیاں اپنی بہن سے سن کر بہت خوش ہوتی لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ ان کہانیوں سے اُکتانے لگی۔ ان کہانیوں میں ہر چیز اتنی روشن اور چمک دار تھی کہ اسے محسوس ہونے لگا کہ اس کی فطری طبیعت پر یہ سب کچھ حاوی آ رہا ہے اور وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کی بہن نے اسے رُخصت ہوتے ہوئے کہا: ''تم میرے ساتھ چلو۔ مجھے پتا چل گیا ہے کہ تم کہاں رہتی ہو۔ اب تم میرے ساتھ چلو تا کہ تم دیکھ سکو کہ میں کہاں رہتی ہوں۔ میں تمہیں اور تمہاری حالت کو دیکھ کر بتا سکتی ہوں کہ تمہیں یہاں کچھ نہیں ملتا۔ تمہاری زندگی میں تبدیلی آئے گی تو تم خوش رہو گی۔'' شبنم کی پری نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا: ''مجھے ذرا سوچنے کے لیے وقت دو۔'' اگلی صبح جب شبنم کی پری کی مہمان ابھی بستر میں سو رہی تھی تو شبنم کی پری گھاس پر معمول کے مطابق شبنم کے موتی چھڑکنے گئی۔ اس نے جلد ہی اپنا کام ختم کر لیا اور پھر خاموشی سے اردگرد پھیلے فطرت کے حسن کو مبہوت ہو کر دیکھنے لگی۔ تبھی خود فطرت وہاں آ گئی اور پوچھنے لگی: ''کیا یہ سب بہت حسین نہیں ہے؟ یہ بات بالکل درست ہے کہ میں اس دُنیا کے تمام جانداروں سے بہت محبت کرتی ہوں لیکن یہ حسین منظر اور اس کے انتہائی خوب صورت اور سکون پہنچانے والے مدہم رنگ میرے پسندیدہ ترین ہیں۔ مجھے خزاں کے آنے کی بھی اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی بہار کے آنے پر۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ دُنیا میں کچھ جگہیں ایسی ہیں جہاں موسم کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ سارا سال ایک سا موسم رہتا ہے لیکن مجھے بدلتے ہوئے ہر طرح کے موسم پسند ہیں جس سے خدا کی قدرت کا احساس ہوتا ہے۔'' شبنم کی پری کہنے لگی: ''مجھے بھی یہ سب کچھ بدلتا ہوا ہی اچھا لگتا ہے۔ موسم بھی......!'' لہٰذا شبنم کی پری جنوبی امریکہ اپنی بہن کے پُرزور اصرار پر بھی نہیں گئی اور اپنے پیارے پاکستان میں رہی، جہاں قدرت کی خوب صورتی چار موسموں کی صورت میں جا بجا بکھری ہوئی ہے۔ ہاں، وہ اب سورج کی تمازت میں کبھی کبھار باہر نکلنا شروع ہو گئی ہے۔ وہ کہتی ہے: ''میں دُنیا میں سب سے خوب صورت ملک میں رہتی ہوں جیسا کہ میری بہن اپنے ملک کو سمجھتی ہے لیکن حقیقت کیا ہے، میں جانتی ہوں۔''

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

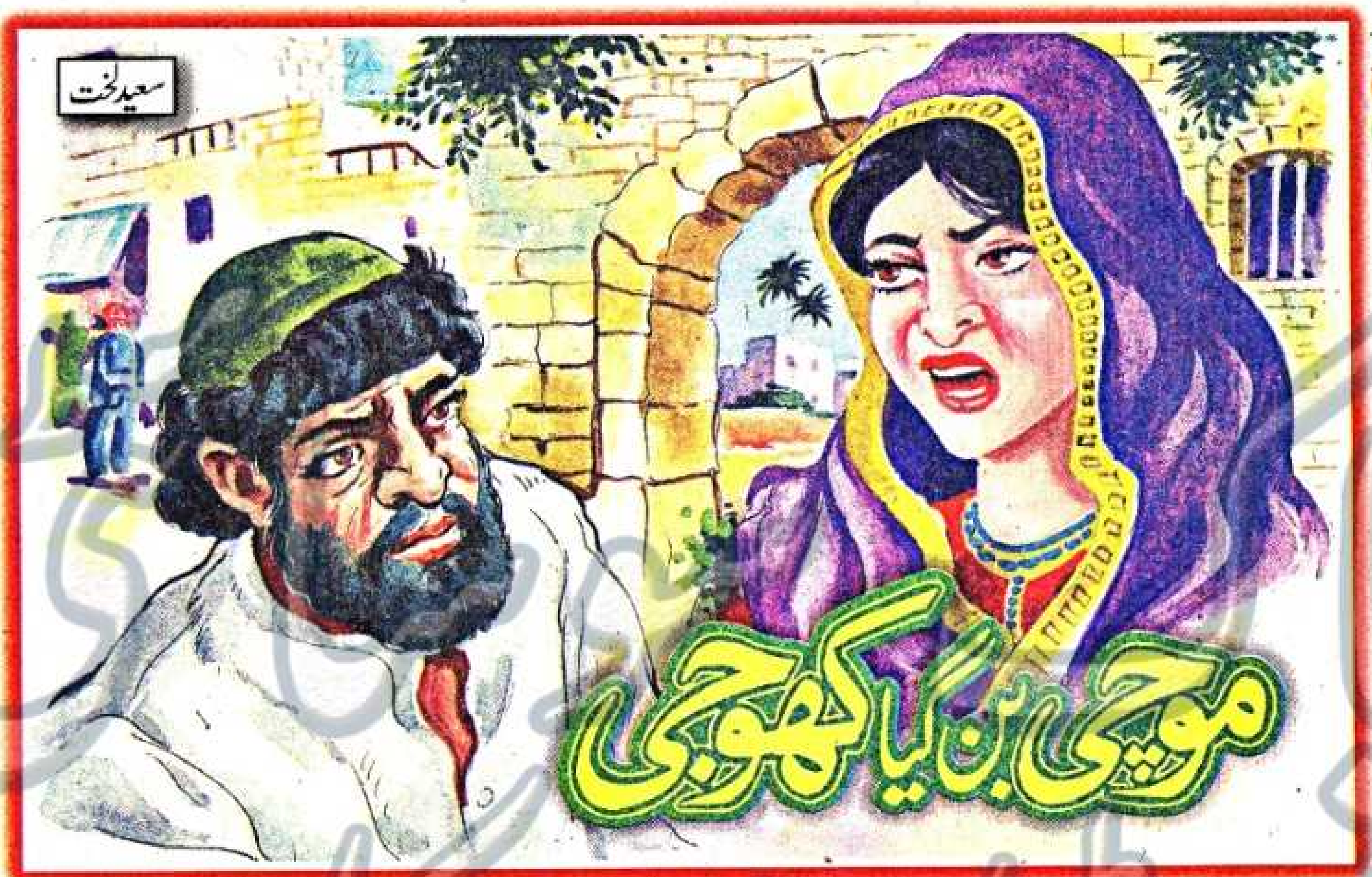

شہر بغداد کے محلہ جیلان میں ایک موچی رہتا تھا، نام تھا حارث بن وارث۔ بہت صابر اور شاکر آدمی تھا لیکن اس کی بیوی، سدرہ، بہت بے صبری اور ناشکری تھی۔ ہر وقت اپنے میاں کو طعنے دیتی رہتی کہ تم نکمے ہو، کاہل ہو۔ اتنے تھوڑے پیسے کماتے ہو کہ بہت مشکل سے گزارہ ہوتا ہے۔ یہ پیشہ چھوڑ کر کوئی دوسرا پیشہ اپناؤ کہ کچھ پیسے تو ملیں۔

ایک دن سدرہ نے بہت چخ چخ کی تو حارث بولا۔ ''تم ہی بتاؤ، میں کیا کروں؟''

''ایسا کرو، نجومی بن جاؤ'' سدرہ بولی۔ ''کل میں بازار گئی تو وہاں مجھے حاتم نجومی کی بیوی مل گئی۔ ایمان سے، کیا ٹھاٹ تھے اس کے۔ میں تو حیران رہ گئی۔ آگے پیچھے دو دو نوکر تھے اس کے۔ کپڑے ایسے پہنے تھے کہ میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے ہوں گے۔ اس نے ایک دُکان سے پانچ ہزار کا ایک قالین خریدا۔ ہمیں تو پانچ روپے کی دری بھی نصیب نہیں۔ دیکھو حارث! میری مانو، تم بھی نجومی بن جاؤ۔''

''اری نیک بخت۔'' حارث بولا۔ مجھے تو علم نجوم کی الف بے کا بھی پتا نہیں۔ میں نجومی کیسے بن سکتا ہوں؟''

''جب وہ حاتم کا بچہ نجومی بن سکتا ہے تو تم کیوں نہیں بن سکتے؟'' سدرہ تنک کر بولی۔ ''بس، میں نے کہہ دیا۔ کل سے تم موچی نہیں، نجومی ہو گے۔''

حارث نے بیوی کو سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ اپنی ضد کی پکی تھی۔ کسی طرح نہ مانی۔ آخر میاں کو بیوی کے سامنے ہتھیار ڈالنا پڑے۔

دوسرے دن صبح کو حارث نے چوغہ پہنا، کمر میں پٹکا باندھا، سر پر عمامہ (صافہ) رکھا اور بازار جا کر ایک بند دُکان کے تھڑے پر بیٹھ گیا۔ ''آیئے، صاحبان آیئے۔ غیب کا حال معلوم کیجیے۔ میں آپ کے ستاروں کی چال بدل کر آپ کی ہر مشکل آسان کر سکتا ہوں۔ آیئے، آیئے۔ مت شرمایئے۔ مت گھبرایئے۔ بہت پہنچا ہوا نجومی ہوں۔''

آن کی آن میں اس کے گرد لوگوں کا مجمع لگ گیا۔ اس مجمع میں بغداد کا ایک مشہور جوہری بھی تھا۔ وہ لوگوں کی بھیڑ کو چیرتا پھاڑتا حارث کے پاس آیا اور بولا۔ ''یا شیخ، میں ایک جوہری ہوں۔ بادشاہ سلامت نے مجھے اپنا تاج پالش کرنے کے لیے دیا تھا۔ اس کا ایک ہیرا غائب ہو گیا ہے۔ اگر وہ ہیرا نہ ملا تو میں بے موت مارا جاؤں گا۔''

''ہوں!'' حارث آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''تمہارا ستارہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

گردش میں ہے۔ اسے گردش سے نکالنے میں ایک گھنٹا لگے گا۔ اب تم جاؤ، ایک گھنٹے بعد آنا۔''

کہنے کو تو اس نے یہ کہہ دیا، مگر دل میں گھبرا رہا تھا کہ ہیرے کے چور کا پتا کیسے چلاؤں گا۔ میرے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کہ چور کون ہے اور ہیرا کہاں ہے۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بولا۔ ''اری سدرہ! تو نے اپنے شوہر کو کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔''

اتفاق کی بات اس مجمع میں جوہری کی بیوی بھی موجود تھی اور اتفاق کی بات کہ اس کا نام بھی سدرہ تھا۔ حارث کی یہ بات سن کر وہ سمجھی کہ اس نجومی کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہیرا میں نے لیا ہے۔ وہ تھرتھر کانپتی ہوئی آگے بڑھی اور حارث کے چوغے کا دامن پکڑ کر بولی۔ ''یا شیخ، مجھے معاف کر دیجیے۔ میں اس جوہری کی بیوی ہوں۔ میں نے ہیرا چرانے کی نیت سے نہیں لیا تھا۔ میں اسے صرف دیکھنا چاہتی تھی۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیسے واپس کروں؟''

حارث نے کہا۔ ''جو لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے، سچے دل سے توبہ کرتے ہیں، خدا انہیں معاف کر دیتا ہے۔ اب تم فوراً گھر جاؤ اور وہ ہیرا، چپکے سے اپنے خاوند کے چوغے کی جیب میں ڈال دو۔''

ایک گھنٹے بعد جوہری واپس آیا تو حارث نے کہا۔ ''تمہارے ستارے کی چال کچھ بگڑی ہوئی تھی۔ اب میں نے ٹھیک کر دی ہے۔ تم گھر جاؤ، ہیرا تمہارے چوغے کی جیب میں ہے۔''

جوہری اُلٹے قدموں گھر گیا اور چوغے کی جیب ٹٹولی تو ہیرا اس میں موجود تھا۔ وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے ایک تھیلی میں سونے کی اشرفیاں بھریں اور حارث کے پاس آ کر بولا۔ ''یا شیخ، آپ تو سچ مچ بہت پہنچے ہوئے نجومی ہیں۔ ہیرا میرے چوغے کی جیب میں پڑا تھا۔ لیجیے، میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول کیجیے۔'' اس نے اشرفیوں کی تھیلی حارث کے ہاتھوں میں تھما دی۔

حارث نے گھر آ کر تھیلی سدرہ کو دی اور بولا۔ ''لو، یہ اشرفیاں۔ اب مجھ سے یہ کام مت کروانا۔ آج تو میں بچ گیا، روز روز نہیں بچوں گا۔'' سدرہ اشرفیاں دیکھ کر پاگل ہو گئی۔ اس نے حارث کی بات سنی اَن سنی کر دی اور اشرفیاں گننے لگی۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد حارث دُکان پر جانے لگا تو سدرہ نے کہا۔ ''کدھر چلے؟ اب تم حارث موچی نہیں، بغداد کے مشہور نجومی حارث بن وارث ہو۔ بازار جاؤ اور لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان کی جیبیں خالی کراؤ۔''

زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ طاقت ور کی بات ماننا پڑتی ہے۔ حارث نے چوغا پہنا، کمر میں پٹکا باندھا، سر پر عمامہ رکھا اور بازار جا کر ایک بند دُکان کے تھڑے پر بیٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ لوگ جمع ہونے لگے۔ کوئی کچھ پوچھتا تو کوئی کچھ۔ حارث یوں ہی انکل پچو جواب دے کر ان سے پیسے اینٹھ لیتا۔ شام کو گھر واپس آیا تو اس کی جیب بھری ہوئی تھی۔

ایک دن صبح کو وہ بازار جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹ کھٹایا۔ باہر نکلا تو دیکھا، دو سپاہی کھڑے ہیں۔ انہوں نے ادب سے سلام کیا اور بولے۔ ''بادشاہ سلامت نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ ابھی، اسی وقت ہمارے ساتھ چلیے۔''

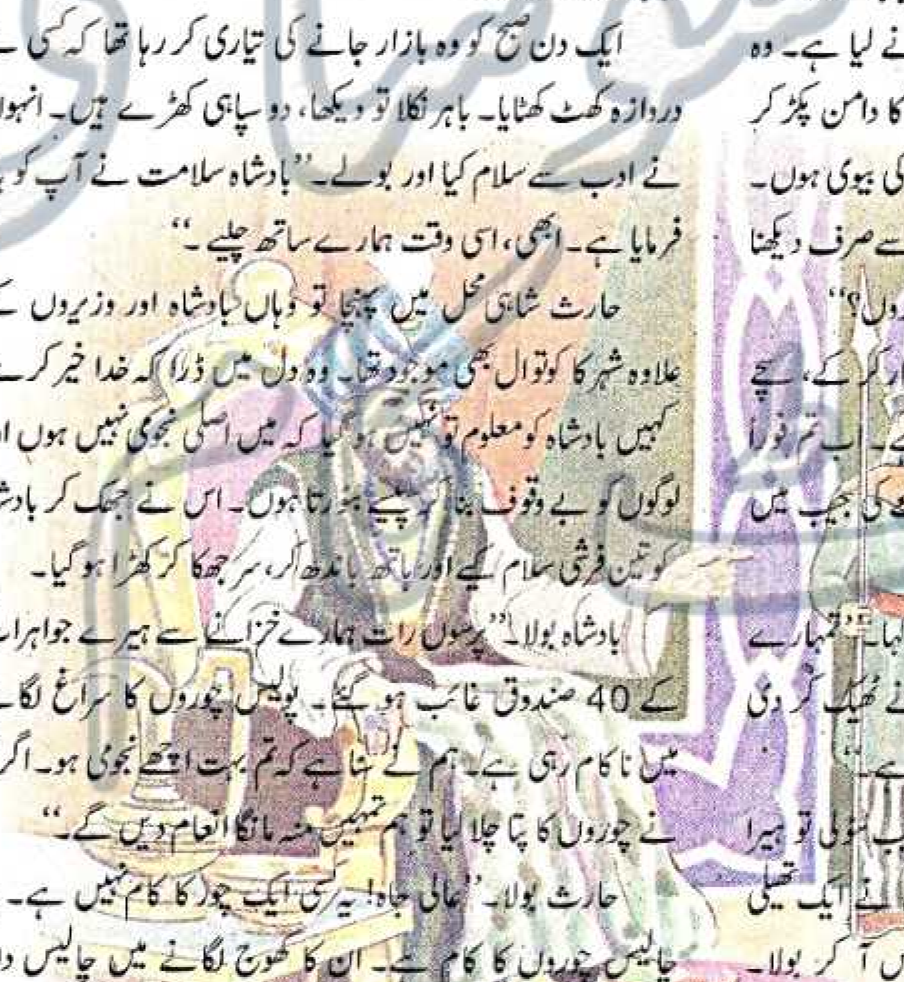

حارث شاہی محل میں پہنچا تو وہاں بادشاہ اور وزیروں کے علاوہ شہر کا کوتوال بھی موجود تھا۔ وہ دل میں ڈرا کہ خدا خیر کرے، کہیں بادشاہ کو معلوم تو نہیں ہو گیا کہ میں اصلی نجومی نہیں ہوں اور لوگوں کو بے وقوف بنا کر پیسے بٹورتا ہوں۔ اس نے جھک کر بادشاہ کو تین فرشی سلام کیے اور ہاتھ باندھ کر، سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ بولا۔ ''پرسوں رات ہمارے خزانے سے ہیرے جواہرات کے 40 صندوق غائب ہو گئے۔ پولیس چوروں کا سراغ لگانے میں ناکام رہی ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ تم بہت اچھے نجومی ہو۔ اگر تم نے چوروں کا پتا چلا لیا تو ہم تمہیں منہ مانگا انعام دیں گے۔''

حارث بولا۔ ''عالی جاہ! یہ کسی ایک چور کا کام نہیں ہے۔ یہ چالیس چوروں کا کام ہے۔ ان کا کھوج لگانے میں چالیس دن لگیں گے۔''

''ٹھیک ہے، ہم تمہیں چالیس دن دیتے ہیں لیکن اگر تم نے چالیس دنوں میں ان چوروں کا سراغ نہ لگایا تو تمہاری کھال کھچوا کر بھس بھرا دیں گے۔''

حارث گرتا پڑتا گھر آیا اور سدرہ سے بولا۔ ''جلدی کرو اور بوریا بستر باندھ کر یہاں سے نکل چلو۔''

''کہاں چلیں؟'' سدرہ نے پوچھا۔

''تمہاری اماں کے گھر۔'' حارث نے جواب دیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میری اماں کو تو مرے دس سال ہو گئے۔" سدرہ بولی۔ "مگر میں پوچھوں ہوں، یہ ایکا ایکی بوریا بستر گول کرنے کی کیوں سوجھی تمہیں؟"

حارث نے کہا۔ "چوروں نے بادشاہ کے خزانے سے ہیرے جواہرات کے چالیس صندوق چرا لیے ہیں اور اس نے مجھے ان کا کھوج لگانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے چالیس دن کی مہلت مانگی ہے۔ اگر میں چالیس دن کے اندر چوروں کو نہ پکڑوا سکا تو بادشاہ میری کھال کھچوا کر اس میں بھوسا بھروا دے گا۔"

"ہم کہیں نہیں جائیں گے۔" سدرہ نے کہا۔ "ڈرو مت، چالیس دن بہت ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے چور پکڑے جائیں۔ ہو سکتا ہے بادشاہ مر جائے۔"

حارث بولا۔ "اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر ہم چالیسویں دن، رات کو یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ عراق کے شہر بصرہ میں میری ایک خالہ رہتی ہیں، وہ ہمیں پناہ دے دیں گی۔" سدرہ نے کہا۔

"لیکن ہمیں یہ کیسے پتا چلے گا کہ کتنے دن گزر گئے ہیں؟" حارث نے کہا۔ "نہ مجھے لکھنا آتا ہے، نہ تمہیں۔"

"ہوں!" سدرہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی۔ "میں روز، شام کو مرتبان میں ایک کنکری ڈال دیا کروں گی۔ اس طرح معلوم ہوتا رہے گا کہ اتنے دن گزر گئے ہیں۔"

جن چوروں نے شاہی خزانے میں چوری کی تھی، ان کا ایک ساتھی شاہی محل کی جاسوسی کرتا تھا۔ اس نے اپنے سردار کو بتایا کہ بادشاہ نے بغداد کے ایک نجومی کو ہمارا کھوج لگانے پر مقرر کیا ہے۔ یہ شخص نجوم کا بہت بڑا عالم ہے۔ اس نے بادشاہ کو ہماری صحیح تعداد بتا دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ چالیس دن کے اندر وہ ہمیں پکڑوا دے گا۔

سردار بولا۔ "ارے بے وقوف! چوروں کی تعداد تو ایک بچہ بھی بتا سکتا ہے۔ ظاہر ہے چالیس صندوق چالیس آدمی ہی اُٹھائیں گے۔ بس اس نے بتا دیا کہ یہ چالیس چوروں کا کام ہے لیکن یہ نجومی بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی نگرانی کرنی چاہیے۔ تم آج شام اس کے گھر جانا اور معلوم کرنا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟"

اس شام وہ چور حارث کے گھر کے پاس پہنچا تو اسے کھڑکی میں سے باتوں کی آواز آئی۔ وہ کان لگا کر سننے لگا۔ اسی وقت سدرہ نے مرتبان میں ایک کنکری ڈالی اور حارث زور سے بولا۔

"چالیس میں سے ایک گیا.....!"

یہ سن کر چور کی سٹی گم ہو گئی۔ بھاگا بھاگا اپنے اڈے پر گیا اور سردار سے بولا۔ "سچ مچ وہ بہت پہنچا ہوا نجومی ہے۔ جوں ہی میں نے اس کی کھڑکی پر کان لگائے، اس نے کہا۔ چالیس میں سے ایک گیا۔"

سردار نے کنکھیوں (کن اکھیوں) سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ خوف سے کانپ رہے تھے۔ سردار ان کی ہمت بندھانے کے لیے زبردستی مسکرایا اور بولا۔ "تم نے غلط سنا ہو گا۔ کل دو آدمی

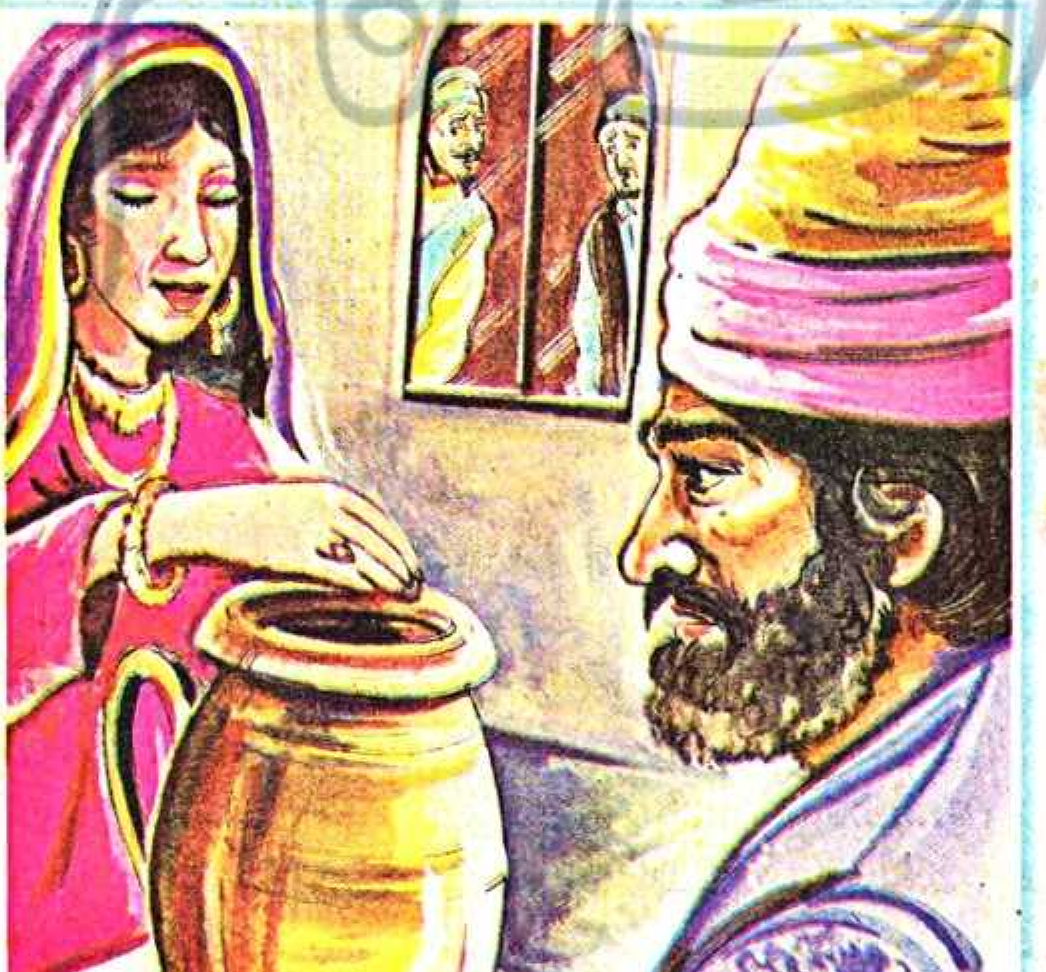

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جائیں اور نجومی کی کھڑکی سے کان لگا کر اس کی باتیں سنیں۔"

دوسرے دن شام کو دونوں چور چھپتے چھپاتے حارث کے گھر کے پاس پہنچے اور کھڑکی سے کان لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت سدرہ نے دوسری کنکری مرتبان میں ڈالی اور حارث زور سے بولا۔

"دو...... اب اڑتیس رہ گئے۔"

دونوں چور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سردار کو بتایا کہ یہ نجومی واقعی غیب کا علم جانتا ہے۔ ہم اس کی کھڑکی کے پاس پہنچے تو اسے معلوم ہو گیا کہ ہم دو ہیں۔

سردار نے غصے سے پیر پٹخے اور چلا کر بولا۔ "تم دونوں بھی بدھو ہو۔ کل تین آدمی جائیں، اور کان کھول کر دھیان سے سنیں۔"

تیسرے دن تین چور گئے، چوتھے دن چار، پانچویں دن پانچ اور انتالیس دن تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

سدرہ روز شام کو مرتبان میں ایک کنکری ڈالتی، حارث زور سے کنکریوں کی تعداد بتاتا اور چور سمجھتے کہ وہ ان کی تعداد بتا رہا ہے۔ وہ ڈر کر بھاگ جاتے۔

چالیسویں دن شام کو سردار اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ حارث کے گھر پہنچا اور کھڑکی سے کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت سدرہ نے مرتبان میں آخری کنکری ڈالی اور حارث زور سے بولا۔

"چالیس پورے ہو گئے۔ سدرہ، رسیاں لاؤ۔"

حارث نے رسیاں باندھنے کے لیے منگوائی تھیں۔ سدرہ رسیاں لانے کے لیے اٹھنا ہی چاہتی تھی کہ دروازے پر زور کی دستک ہوئی۔ حارث نے دروازہ کھولا تو اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر ڈر گیا۔ وہ سمجھا کہ بادشاہ نے اسے پکڑنے کے لیے فوج بھیجی ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ چوروں کا سردار اس کے قدموں پر گر پڑا اور گڑگڑا کر بولا۔ "شاہی خزانے میں چوری ہم نے کی تھی۔ بادشاہ کو نہ بتائیں۔ وہ ہمارا زن بچہ کولہو میں پلوا دے گا۔ ہم آپ کا گھر سونے چاندی سے بھر دیں گے۔"

حارث غصے سے بولا۔ "بے ایمانو! تمہارا خیال تھا کہ تمہارے اس جرم کا کسی کو پتا نہیں چلے گا۔ ارے ہم سے تو دُنیا کا کوئی بھید چھپا ہوا نہیں ہے۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ چوری کا سارا مال بادشاہ کو واپس کر دو۔"

سردار نے کہا۔ "لیکن حضور، ہم بادشاہ کے پاس جائیں گے تو وہ ہمیں قید خانے میں ڈال دے گا، بلکہ ہو سکتا ہے ہمارے سر قلم کروا دے۔"

"تو تم ایسا کرو۔" حارث بولا۔ "سورج نکلنے سے پہلے پہلے تمام صندوق بادشاہ کے محل کی مشرقی دیوار کے پاس دفن کر دو اور وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی چوری نہیں کرو گے۔ میں بادشاہ کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"حضور نے جیسا کہا، ویسا ہی ہو گا۔" سردار نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا گیا۔

دوسرے دن صبح کو بادشاہ کے سپاہی حارث کے گھر آئے اور اسے گھوڑے پر بٹھا کر شاہی محل لے گئے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "ہمیں اُمید ہے تم نے چوروں کا کھوج لگا لیا ہو گا اور ہمارا خزانہ مل گیا ہو گا۔"

"آپ کا خیال درست ہے، عالی جاہ!" حارث بولا۔ "لیکن حضور یہ فرمائیں کہ حضور کے نزدیک دونوں میں سے کون سی چیز زیادہ اہم ہے۔ خزانہ یا چور؟ میں ان میں سے صرف ایک چیز حضور کے حوالے کر سکتا ہوں۔ دونوں چیزیں دینے سے ستاروں نے منع کر دیا ہے۔"

"ہمیں خزانہ چاہیے۔ چوروں سے پھر کبھی نمٹ لیں گے۔" بادشاہ نے کہا۔

"تو پھر حضور، میرے ساتھ تشریف لائیں۔" حارث بولا۔

بادشاہ، وزیر اور سپاہی، حارث کے پیچھے چل پڑے۔ وہ انہیں شاہی محل کی مشرقی دیوار کے پاس لے گیا اور سپاہیوں سے کہا کہ زمین کھودیں۔ انہوں نے زمین کھودی تو اس میں سے چالیس صندوق نکلے۔

بادشاہ خوش ہو کر بولا۔ "حارث! تم تو کمال کے آدمی ہو۔ ہم آج سے تمہیں شاہی نجومی مقرر کرتے ہیں۔"

حارث ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میرے ستاروں نے مجھ سے کہا ہے کہ اب تم نجومی کا پیشہ چھوڑ دو اور موچی بن جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

بادشاہ نے حارث کو غور سے دیکھا اور بولا۔ "ویسے تم شکل سے موچی ہی لگتے ہو۔ کوئی بات نہیں، ہم تمہیں شاہی موچی مقرر کرتے ہیں۔ تم شاہی خاندان کے جوتے بنایا کرو گے۔" ☆☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بلا عنوان

اس تصویر کا اچھا سا عنوان تجویز کیجیے اور 500 روپے کی کتب لیجیے۔ عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 10 / مارچ 2016ء ہے۔

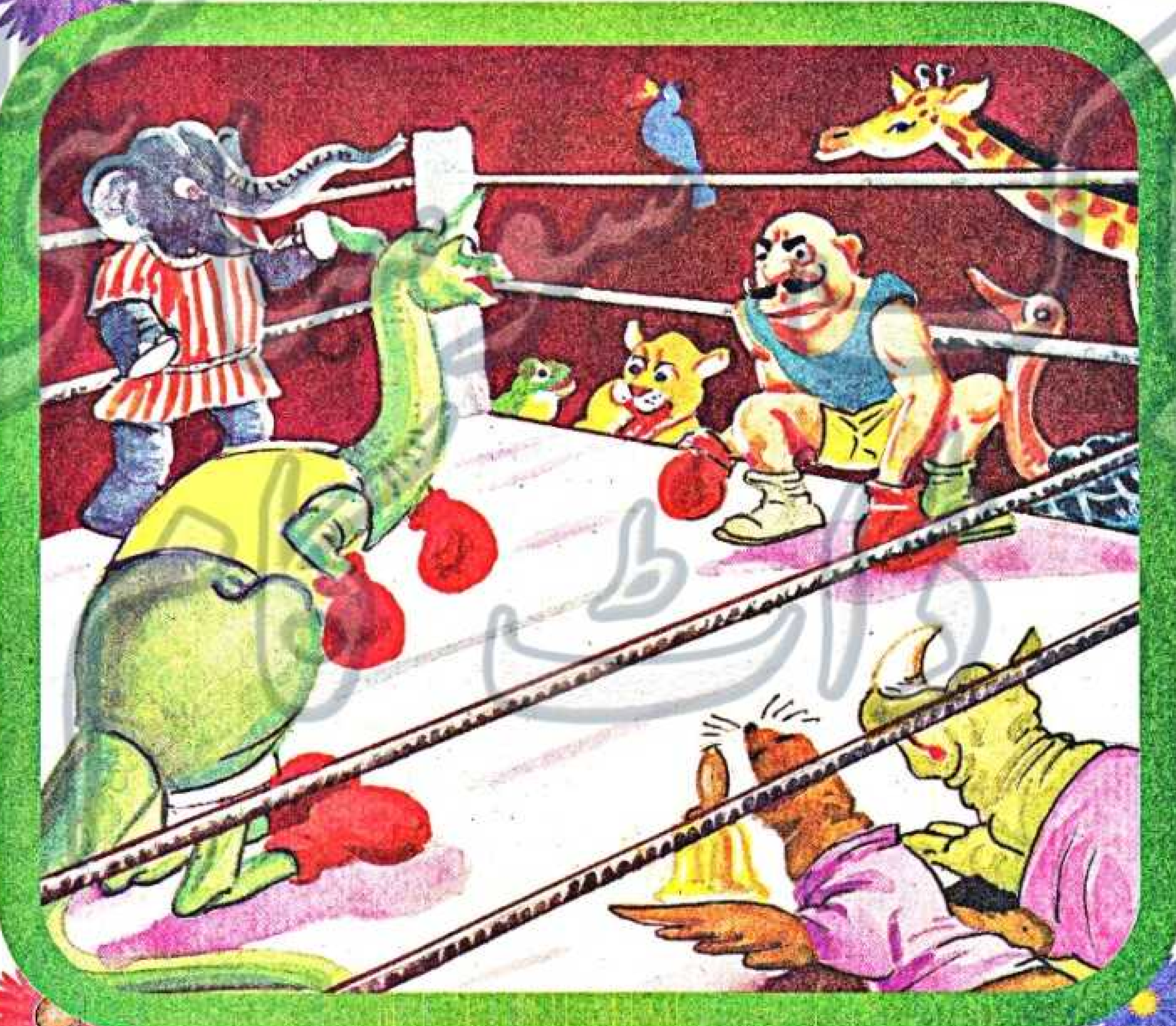

فروری 2016ء کے "بلاعنوان کارٹون" کے لیے جو عنوانات موصول ہوئے، اُن میں سے مجلسِ ادارت کو جو عنوانات پسند آئے، اُن عنوانات میں سے یہ ساتھی بہ ذریعہ قرعہ اندازی 500 روپے کی انعامی کتب کے حق دار قرار پائے۔

- شوق ہو تو ایسا، لگے بلی اور بچہ ایک جیسا (اقراء مبین، میانوالی)
- یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے، دودھ پیئے بی مانو، منا بھوکا سو جائے (ثناء وسیم احمد، کراچی)
- بے دھیانی نے کام دکھایا، بلی نے دودھ کا مزا اُڑایا (اسماء یونس، وزیرآباد)
- ماما کہانی میں ایسا کھوئی، کہ منے اور بلی میں فرق نہ کوئی (کبشہ عرفان، شیخوپورہ)
- آنٹی ہیں تعلیم و تربیت پڑھنے میں اتنی مگن، کہ بی مانو کے ہو گئے جشن (محمد حارث سعید، بورے والہ)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

طلبہ و طالبات کے لیے فیروز سنز کی معیاری لُغات

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

ہدایات برائے آرڈرز:
پنجاب: 60۔ شاہراہ قائداعظمؒ، لاہور۔ 042-111-626262
سندھ اور بلوچستان: پہلی منزل، مہران ہائٹس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔ 021-35867239-35830467
خیبر پختونخواہ، اسلام آباد، آزاد کشمیر اور قبائلی علاقے: 277۔ پشاور روڈ، راولپنڈی۔ 051-5124970-5124879

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY